۷۸۶

هٰذَا بَصَائِرُ لِلنَّاسِ وَهُدًى وَّرَحْمَةٌ لِّقَوْمٍ يُّوقِنُوْنَ

تعمیر انسانیت

اور

قرآن کریم

حصہ اول

از

رقیہ بنت خلیل عرب

(گورنمنٹ پریس بھوپال)

نوٹ:- کاغذ کی گرانی آٹھ گنا ہے لہذا مجبوراً قیمت کتاب عہ رکھی گئی

باسمہ سبحانہ

حضور رب العالمین میں

ہدیۂ عبودیت

الٰہ العالمین ــــ دین حق آپکا دین ہے اور انسانیت کا پیغام آپ ہی کا کلام ہے

مگر بصیرت کی کوتاہی . . . .

کہیں ہمنے انسانکو آپ سے بہت دور، قبروں پر سجدہ ریز دیکھا

اسے کبھی آسمان کی بلندیوں پر ٹکرا کر گرتے ہوئے ــــ اور کبھی خاک و خون

میں تڑپتے ہوئے ــــ اشکبار ــــ اور خانہ خراب دیکھا

پھر انسانیت کہاں ؟!! ــــ انسان ــــ

اپنے حقوق کی طلب میں دیوانہ وار دوڑ رہا ہے . . . .

بارالٰہا ــــ اور آپکا حق ! الٰہی دنیا انیک

اس صدا سے لذت آشنا ہے ــــ

رب اهد قومی فانهم لا یعلمون

اخلاص کے عمیق جذبے کے ساتھ یہ نذرانہ عرف آپ کے

حضور میں۔

زجذب دل نمی دانم کہ قربانت چساں باشم

رقیب

۲ ربیع الاول ۱۳۶۲ھ

باسمہ سبحانہ تعالےٰ

رائے عالی علیا حضرت ثریا جاہ کرنل نواب گوہر تاج عابدہ سلطان بیگم صاحبہ ولیعہد بھوپال دام اقبالہا۔

قرآن کریم و تعمیر انسانیت کے عنوان سے جو رسالہ عزیزہ رقیہ نے شائع کیا ہے میں نے پڑھا۔ اگرچہ ہر جگہ اختصار سے کام لیا گیا ہے حتیٰ کہ جی کہتا ہے کہ کچھ اور چاہیئے وسعت مرے بیان کے لئے پھر بھی ہر مضمون اپنی نوعیت کے لحاظ سے جامع اور واضح ہے عبارت پاکیزہ بلند اور بعض مقامات پُرشکوہ ہیں۔ سب سے بڑی خوبی یہ ہے کہ نہ کسی مذہب پر اعتراض نہ کسی سماج پر نکتہ چینی بلکہ قرآن مجید کی تعلیم کو صاف صاف الفاظ میں بیان کیا ہے اور تائید میں آیات قرآن کریم و احادیث و تاریخ اسلام سے سند پیش کرکے مکمل بنا دیا ہے اگر کوئی شخص اثبات واجب الوجود کے متعلق کوئی سوال کرنا چاہیں یا تخلیق تکوین کے مسئلے کی گتھی سلجھانا چاہیں، یا مسائل آخرت پر موشگافی کرنا چاہیں، یا تزکیہ نفس کے لئے کوئی تعویذ طلب کرنا چاہیں، تو قرآن کریم و تعمیر انسانیت کا ملاحظہ کریں۔

یہ رسالہ اس قابل ہے کہ ہر گھر میں رکھا جائے بار بار پڑھا جائے اور بچوں کو ازبر کرایا جائے کہ صراط مستقیم کے لئے ایک رہنما ہے رقیہ ریاست بھوپال کی ایک مایۂ ناز نوعمر ہونہار خاتون ہیں جن کے متعلق علماء محققین کی یہ رائے ہے کہ تاریخ ہند میں رقیہ مسلمہ علوم دینیہ کی پہلی فاضلہ ہیں میں انکو اس بیش بہا کتاب کی اشاعت پر مبارکباد دیتی ہوں اور امید کرتی ہوں کہ جن جن اشخاص کی نظر سے یہ رسالہ گذریگا وہ رقیہ کی محنت و کاوش جانکاہی اور ذوق و شوق کی داد دینگے۔ مورخہ ۱۷ر جون ۱۹۴۳ء

رائے گرامی وحید دہر و فرید عصر مؤلف فقہ القرآن و افادات الکرام وغیرہ علامہ مولوی جار اللہ ترکی متعنا اللہ بطول حیاتہ

خدا کا شکر ہے کہ اس نے فاضلہ رقیہ بنت خلیل عرب سے مذاکرات علمیہ کا بھی
موقع دیا۔ اثناء گفتگو میں جبکہ وہ بہت فصیح عربی بولتی تھیں تو میرے تعجب کی انتہا نہ تھی
اسلئے کہ نہ انھوں نے عرب دیکھا اور نہ عربیات سے انھیں گفتگو کا موقع ملا۔ مسائل
اصول فقہ میں انکی نظر اور تعدد اصابت دیکھکر میں ششدر رہ گیا اور یہ کہنے پر مجبور ہوں کہ
فاضلہ رقیہ علوم دینی و ادبی میں جو مہارت رکھتی ہیں وہ نہ ہند بلکہ عرب میں بھی نادرہ روزگار ہے
میں علی وجہ البصیرہ یہ کہہ سکتا ہوں کہ ایسی فاضلہ دنیائے اسلام میں دو صدی سے پیدا نہیں
ہوئیں ہیں اہل ہند کو عموماً اور اہل بھوپال کو خصوصاً قابل مبارکباد سمجھتا ہوں جہاں کہ
یہ ایسی نادرہ روزگار پیدا ہوئی ہیں۔ تعمیر انسانیت اور قرآن کریم جتنا اہم موضوع ہے
ارباب بصیرت سے پوشیدہ نہیں جس خلوص اور غائر اسلوب سے مولفہ نے پہلا حصہ لکھا ہے
اگر اور اجزاء بھی مولفہ توفیق ایزدی سے اسی طرح پورا کر سکیں تو دنیائے اسلام میں
یہ باوقعت اور اہم دینی و تمدنی خدمت ہوگی نقد اصول فقہ یہ ایسا موضوع ہے کہ
اسکی ضرورت کا احساس زمانہ ہر حقیقت شناس عالم میں پیدا کر رہا ہے اگر یہ خدمت
ہندوستان میں ہوئی تو تاریخ کا یہ ایک اہم کارنامہ ہوگا جس پر ہند کو بجا ناز ہوگا
میں ہر مسلم کی حمیت دینی اور ہر انسان کی حمیت انسانی سے اپیل کرتا ہوں کہ وہ مولفہ
کی حتی الوسع ہمت افزائی میں کوشش کریں اور دنیائے علم کو انکی نافع تالیف سے
بہرہ اندوز ہونیکا موقع دیں اور ہر عالم سے امید کرتا ہوں کہ وہ اپنی لڑکیوں کو
مخصوص طریقہ پر علوم دینیہ و ادبیہ کی تعلیم دینے میں میرے مخلص دوست ابو
رقیہ کی بہترین مثال پیش کرنیکی کوشش بجان و دل کریں۔

(خدا کے بندو کنیزان خدا کے حق میں انصاف کرو)

دار المصنفین اعظم گڈھ ۱۰ ر مارچ ۱۹۴۳ء

رائے گرامی

مورخ جلیل، فاضل نبیل علامہ ڈاکٹر سید سلیمان ندوی متعنا اللہ بطول حیاتہ آمین

میں نے رسالہ "قرآن پاک اور تعمیر انسانیت" کو بغور پڑھا یہ بڑی لیاقت اور قابلیت سے لکھا گیا ہے اور معلوم ہوتا ہے کہ صاحب قلم کی نظر میں قرآن پاک کا سارا مواد سامنے ہے، خیالات بلند، نکات نادر، طریق تعلیم دلنشین، طرز بیان سنجیدہ۔

اگر مجھے پہلے سے مؤلفہ کی قابلیت کا ذاتی علم نہ ہوتا تو میں بمشکل اس کو کسی خاتون کی تصنیف یقین کرتا، لیکن عزیزہ مؤلفہ کی اعلیٰ علمی و ادبی و دینی قابلیت کا علم پہلے سے تھا اور اس لئے اُن کے قلم نے جو کچھ لکھا ہے وہ میری عین توقع کے مطابق ہے اور کیوں نہ ہو، ماشاء اللہ وہ مولانا سید امیر علی صاحب مرحوم سابق صدر المدرسین دار العلوم ندوۃ العلماء مؤلف تالیفات کثیرہ کی نواسی اور شیخ حسین صاحب عرب محدث یمنی شیخ الکل فی الحدیث کی پرپوتی، شیخ محمد صاحب عرب مرحوم استاذ ادب دار العلوم ندوہ کی پوتی اور شیخ خلیل صاحب عرب ندوی سابق پروفیسر لکھنؤ یونیورسٹی و مدرسۂ عالیہ کلکتہ کی صاحبزادی ہیں۔ انھوں نے پوری تعلیم پردہ کے اندر اپنے والد ماجد سے حاصل کی ہے اور بلا مبالغہ کہا جا سکتا ہے کہ ہندوستانی مسلمان خواتین میں ادب عربی اور دینیات کی ایسی فاضلہ

کسی دور میں نہیں گذری، اللہ تعالیٰ عزیزہ موصوفہ کے علم و عمل میں برکت عطا فرمائے اور اُن کے علم کو اُن کے عمل کا ذریعہ بنائے۔

زیر نظر رسالہ میں قرآن پاک، احادیث اور روایات کے ذریعہ سے اس انسانی بلندی کا خاکہ کھینچا گیا ہے جو اسلام کا مطلوب و مقصود ہے اور عقائد و عبادات و اخلاق و معاملات کی تشریح میں اسلام کے نقطۂ نظر کو بخوبی واضح کیا گیا ہے۔ اس رسالہ میں سیکڑوں آیتیں اپنے موقع پر پیش کی گئی ہیں ان میں سے صرف دو موقع ایسے ہیں جنمیں میرے خیال میں مزید تحقیق کی ضرورت ہے ایک ص۲۶ میں آیۂ کریمہ والذین اذا ذکروا بآیات ربھم لم یخروا علیھا صماً و عمیانا از نزول کے مطلب کے تعین میں اور دوم ص۴۳ میں ولو انا کتبنا علیھم ان اقتلوا انفسکم او اخرجوا من دیارکم ما فعلوہ الا قلیل منھم کے مواقع اور محل میں ممکن ہے ایک دو موقع اور بھی نکل آئیں۔ یہ رسالہ جس رتبہ کا لکھا گیا ہے اگر وہ کسی مرد کے قلم سے نکلتا وہ بھی داد کے قابل ہوتا چہ جائیکہ ایک پردہ نشین خاتون نے اسکو لکھا ہے۔ اس لئے ہر منصف مزاج تحسین و ستائش پر مجبور ہے۔

یہ رسالہ اُن تمام بے پردہ تعلیمیافتہ خواتین کیلئے جنھوں نے یونیورسٹیوں میں اپنی تمام مشرقی و مذہبی روایات کو ٹھکرا کر تعلیم حاصل کی ہے کھلا چیلنج ہے جس سے یہ معلوم ہو سکتا ہے کہ علم کا بلند آشیانہ گھر کے اندر ہے باہر نہیں۔ اللہ تعالیٰ عزیزہ موصوفہ کے علم و عمر میں برکت دے۔ والسلام

سلیمان ندوی

بسم اللہ الرحمن الرحیم

تعارف از صدر العلماء ضیاء العلوم مولٰنا مولوی محمد حسن صاحب قاضی ریاست بھوپال متعنا اللہ لطول حیاتہ۔

عزیزہ رقیہ سلمہا حافظ حدیث علامہ شیخ حسین الانصاری الیمانی کی پرپوتی ہیں حضرت شیخ رحمہ اللہ تعالیٰ کو فرمانروایان بھوپال کی علم پرستی نے بھوپال پہونچایا ان کے بارے میں مولٰنا عبدالرحمن مبارکپوری شارح ترمذی رحمہ اللہ تعالیٰ کی رائے مع سند اور مشہور ادیب مولٰنا عبدالعزیز میمنی پروفیسر مسلم یونیورسٹی کی رائے دیکھی دونوں فاضل متفق اللفظ ہیں کہ عزیزہ بڑی فاضلہ وادیبہ عربی ہیں۔ انہوں نے اپنے والد سے حدیث وادب عربی کی انتہائی کتابیں اور فقہ واصول فقہ و فرائض اپنے والد اور مولٰنا عبدالرحمن مدرس جامعہ احمدیہ بھوپال سے جو فقہ کے کامیاب مدرس ہیں پڑھی ہیں۔ مولٰنا عبدالرحمن فرماتے ہیں کہ فقہ واصول فقہ و فرائض انہوں نے محققانہ نظر سے پڑھے ہیں۔ اردو مجلات کے علاوہ جریدۂ العرب میں انکے عربی مضامین شائع ہوئے۔ عربی بے باتکلف بولتی اور لکھتی ہیں

۶ ربیع الاول ۱۳۶۲ھ کو مجھے بھی ان سے ہدایہ سننے کا اتفاق ہوا۔ دوران گفتگو میں اصول فقہ و مسائل فقہیہ بھی معرض بحث میں آئے جس سے اندازہ ہوا کہ انکی قابلیت اعلیٰ پیمانہ پر ہے۔ میں نہ صرف انکے والد بزرگوار کو قابل مبارکباد سمجھتا ہوں بلکہ مسلمانان ہند کو مبارکباد دیتا ہوں کہ ہندوستان کی تاریخ میں یہ پہلی فاضلہ ہیں جو علوم دینیہ و فنون ادبیہ کی ماہر ہیں۔ خدا تعالیٰ ان کے علم و عمل میں برکت دے اور انکو خواتین میں علوم دینیہ کے نشر کا موقع عطا فرمائے۔ آمین

۶ ربیع الاول ۱۳۶۲ھ مطابق ۱۳ مارچ ۱۹۴۳

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

ربّ انعمت فزد

گذشتہ سال اپنی ایک بزرگ کرم فرما محترمہ مسز صوفی صاحبہ ایم اے اور حیدرآباد کی دوسری مخلص بہنوں کی خواہش پر ایکبار پھر میں نے دکن کا سفر کیا عم محترم مولنا محمد یار جنگ مرحوم کے بنگلہ میں مقیم تھی۔ اسی اثناء میں مجلس اتحاد المسلمین کا سالانہ جلسہ بمقام جالنہ منعقد ہوا۔ جلسہ کے صدر استقبالیہ نے تاریخ انعقاد کی اطلاع دیتے ہوئے یہ خواہش فرمائی کہ میں اس موضوع پر اظہار خیال کروں غرض زیر نظر مقالہ تاثرات کا ایک دھندلا سا عکس ہے جسے میں قوم کے سامنے اس اعتراف کے ساتھ پیش کر رہی ہوں کہ میرا قلم موضوع کا حق ادا نہیں کر سکا۔ اور اراکین جلسہ کی شکرگذار ہوں جنکی تحریک سے ایک مستقل سلسلہ مضامین شائع کرنے کی طرف مجھے ہدایت ملی۔

ان ارید الا الاصلاح ما استطعتُ۔ جلسہ میں اسکا صرف ابتدائی حصہ پڑھا گیا تھا۔ انشا اللہ آئندہ فرصت میں دوسرے ملحقہ مضامین بھی پیش کرونگی۔ رقیہ بنت خلیل عرب

قرآن کریم اور تعمیر انسانیت

احمدک اللھم حمد من اخلص النیۃ لوجھک الکریم واشکرک شکر من اطاعک لذاتک وابتغاء رضوانک لنعیمہ اشھد ان لا الہ الا اللہ وحدہ لاشریک لہ

تفرد بالعزو السلطان و اشھد ان محمداً عبدہ و رسولہ بعثہ اللہ رحمتہ للانسان صلوات اللہ و سلامہ علیہ و علی آلہ الاطہار و صحبہ الطیبین الاخیار

اما بعد۔

حضرات۔ میری تقریر کا موضوع "قرآن کریم اور تعمیر انسانیت" ہے میں چاہتی ہوں کہ اس وقت آپکو اس قرآن مجید سے ہمکلام کر دوں جو تیرہ سو سال سے تمام جہان سے عموماً اور آپکے اسلاف سے خصوصاً مخاطب ہے بلا شبہ قرآن کریم کی ثقافت تنہا ایک قوم کیلئے خاص نہیں ہے بلکہ وہ انسانی ذہن و شعور کی اصلاح کا عالمگیر پیغام اور اسکے اخلاق و کردار کی اعلیٰ تربیت کا مکمل نظام ہے جو مادیت اور روحانیت کے امتزاج کے ساتھ ساتھ تمام اقوام کو انسانیت کی سطح مرتفع پر پہنچانے کا ضامن ہے۔ وہ روحانیت کی ایسی تعلیم نہیں ہے جسکے اثر سے انسان تعطل کی زندگی گذارے، نہ محض مادیت کی ترویج اسکا مشن ہے کہ بھائی سے بھائی کے اور ہمسایہ سے ہمسایہ کے تعلقات تاجرانہ ہو جائیں اسکی تعلیم میں ناپنے اور کاٹنے کی بو نہیں وہ دنیا سے بے حیائی۔ فرعونیت بربریت کو دور کر دینے والا طوفان ہے اور عالمگیر اخوت، مساوات، بلند کردار، اعلیٰ اخلاق و انسانیت کا علمبردار ہے

حضرات۔ علوم و فنون کا وہ کونسا شعبہ ہے تہذیب و شائستگی اور انسان کی ہر جہتی ترقی کے وہ کونسے اصول ہیں جنہیں اس نے واشگاف نہیں کیا یا ان پر کسی نہ کسی طرح ترغیب نہیں دی ترقی کے معنی اگر صرف ہوائی جہاز پر اڑنا ہیں تو یہ واقعہ ہے کہ قرآن کریم میں اسکے پرزے

بنانے کی ترکیب نہیں لکھی ہے۔ ہاں مگر میں یہ پوچھتی ہوں کہ تفکر فی الخلق
کی دعوت پہلے کس نے دی۔ هُوَ الَّذِي خَلَقَ لَكُم مَّا فِي الْأَرْضِ جَمِيعًا کا مژدہ
پہلے کس نے سنایا اور دعوت تگ و تاز دی۔ وَسَخَّرَ لَكُمُ الشَّمْسَ وَالْقَمَرَ
کہکر پہلے کس نے انسان کو سرفراز کیا۔ غرض قران کریم نے انسان کو وہ سب
کچھہ بخشا جو اسکے سوا کسی نے نہیں بخشا۔ حرّیت نفس، حرّیت خیال، حرّیت رائے
یہ وہ انسان کے پیدائشی حقوق تھے جنہیں قران اور صرف قران ہی نے
تسلیم کیا اسلام کے اس خزانہ عامرہ میں ہزار ہا ذخائر و نوادر موجود ہیں پھر بھی
اسکے خازن ایکدوسرے سے سوال کرتے ہیں کہ بتاؤ ہمارے پاس کیا کیا ہے؟
قدرت کی عظیم الشان بخشائش اور ہمارا اس سے تغافل، اسکی کرم گستری
اور ہماری بیہوشی کتنا افسوسناک منظر اور کیسی تلخ حقیقت ہے۔ دیکھئے
دوسری آزاد قوموں کی یونیورسٹیوں میں فاضل ادب عربی کا کورس صرف
قران کریم اور صحیح بخاری شریف سے مرتب کیا گیا ہے۔ کیا یہ درس عبرت نہیں
یہ حقائق ہمیں متنبہ کر رہے ہیں کہ قران کریم اور محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
کی رہبری جسطرح غیر مہذب اقوام کیلئے ضروری ہیں اسی طرح اسکے پائدار
اصول آزاد اور مہذب اقوام کیلئے بھی مشعل راہ ہیں۔ برادران ملّت
یہ حجاب رشک صد روزن ہے جس سے مجھے آپکی شمع ایمانی کی لو بڑھتی
نظر آرہی ہے، آپ قران کریم سے کما حقہٗ فیضیاب ہونا چاہتے ہیں گویا بالفاظ
دیگر ترقی کا دروازہ کھولنا چاہتے ہیں۔ آپکو یہ اقدام مبارک۔ میں سب سے
پہلے قران کریم پر آپکے اسلاف کا جوش عمل اور احکام الٰہیہ کے آگے انکی اطاعت

کی کیفیت مختصراً بیان بیان کرونگی اسکے بعد عقائد میں سے صرف توحید اور قیامت کی تفصیل میں جاؤنگی آخر میں قران کریم کی روشنی میں انسان اور انسانیت کی ترقی کا جو بلند ترین معیار ہے اسے ثابت کرنے کی کوشش کرونگی موضوع اتنا اہم ہے کہ میرے لیے تھوڑے وقت میں اسکا احاطہ مشکل ہے۔
محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یعنی ایک عقل مؤید من اللہ اور رہبر کامل نے ۲۳ سال تک قران کریم کی عملی تفسیر کی اور بندوں کو انکے معبود کے احکام واضح کرکے بتلائے۔ رہبر کا علم وتجربہ اور رہرو نکی سعادتمندی اور استعداد کہ انکا دماغ فرش زمین سے اٹھکر عرش بریں کی سیر کرنے لگا، اور جو کچھہ بھی نہیں تھے وہ سب کچھہ ہوگئے۔ یاد کیجئے کہ ہمارے اسلاف نے قران مجید سے عہد باندھا تو سے کیسا نبا ھا۔ قران کریم انکو پکارتا تھا تو وہ دوڑ کر آتے تھے وہ کوئی خبر دیتا تو یہ آمنا وصدقنا کہتے، اسکے الفاظ کی کروٹوں میں بال برابر بھی زجر و توبیخ یا عتاب کے معنی پاتے تو سہم جاتے اور زار و قطار رونے لگتے اور توبہ استغفار کرتے، اسکے ہر حکم پر وہ خود پروانہ وار قربان زر و مال بیوی بچے اور رشتے قربان تھے۔ قران کریم کے احکام پر شوق تعمیل انہیں آتش زیر پا رکھتا تھا، اس فضیلت عظمیٰ کے مقابلے میں شوکت وشان اور دنیا دی طمطراق انکی نظروں میں ہیچ تھا، وہ رہبان فی اللیل ورفرسان فی النہار رہتے۔ ماحول کی ناموافقت کی انہیں ذرہ برابر پرواہ نہ تھی انکی زندگی سادہ تھی، شادی وغمی میں انکے ہاں وہی رسمیں رائج تھیں جو قران نے یا اسکے سمجھانے والے نے انکو سکھائی تھیں، خاندانی غیر ضروری

رسمین اور سماج کی لایعنی پابندیاں پیغمبر کی اطاعت میں وہ یکسر فراموش کر چکے تھے
حضرات ۔ آپکے اسلاف نے نرم بستر چھوڑ دئے اور کانٹوں پر سلائے گئے پابجولاں
کرکے رسوا کئے گئے ، مرد تو مرد ، عورتوں کو شہد اور سوکھی روٹی کھلا کر دھوپ میں
کھڑا رکھا گیا اور پانی کے ایک ایک قطرے کو ترسایا گیا ، انہیں لوہے کی زرہ پہنا
کر تپتی ہوئی چٹانوں پر گھسیٹا گیا ، یہ سب جور و ستم انپر اسلئے تھے کہ وہ جانتا اہل
اسلام کلمۂ توحید نہ پڑھیں قرآن کریم کی تلاوت نہ کریں ، اور نکو کاری کی اشاعت سے
باز آجائیں مگر ان اللہ کے بندوں کا جذبۂ عقیدت دربار معبود میں گراں بہا
حیثیت رکھنے والا تھا ، آخر شمع نبوت کے پروانے امتحان حق میں پورے اترے
اور اعجاز قرآنی کے متوالے اسی کا راگ الاپتے رہے ۔ حضرات ! انہوں نے
سمجھ بوجھ کر اس حبل متین کو نہایت مضبوطی سے پکڑا تھا وہ خوب جانتے تھے
کہ اسی میں ہماری اور کل عالم کی فلاح ہے اور دنیا و آخرت کیلئے یہی کلید
کامرانی ہے ۔ یہی حقیقت کبریٰ دنیا سے زیاں کاری کا استیصال کر سکتی ہے
آئیے ہم تلاش کریں کہ وہ کونسی حقیقت تھی اور وہ کونسا نسخۂ شفا اور یا
آب حیات کا پہلا جرعہ تھا جس نے انکے دماغوں کو ہر قسم کے گرد و غبار سے اور
دلوں کو کفر و نفاق و باہمی بغض و حسد سے پاک کر دیا تھا ، انکے ذہنی انتشار
کو دور کرکے انہیں ایک نصب العین کیطرف مائل کر دیا تھا ۔ غور کرنے کے بعد
ہم اس نتیجے پر پہنچتے ہیں کہ وہ پہلا جرعہ توحید کی پاک تعلیم تھی کیونکہ جسطرح
ایک وحشی جانور کو کسی میوزیم کے سجے سجائے کمرے میں لاکر چھوڑ دیا جائے تو وہ
اسے بدنما اور برباد کر ڈالے گا ٹھیک اسی طرح عقائد فاسدہ اور اوہام باطلہ

انسان کے قلب و دماغ پر تسلط پاکر انکی متنوع استعداد کو کچل کر رکھ دیتے ہیں
تاریخ کے اوراق اس حقیقت کو دہراتے چلے آئے ہیں کہ پیشوایان ذہن کی
غلط رہنمائی، علماء سوء کی شخصی عظمت کا دباؤ، اور روحانیت کی پیچ در پیچ
وادیوں میں انسان کا غلو اور گمراہی یہ تمام اسباب اسکے اعلیٰ مقاصد کی
تکمیل میں سدراہ ثابت ہوتے ہیں کیونکہ عقیدہ و خیال کا اثر انسان کے اعمال
پر اور اعمال کا اثر اسکے جماعتی ضبط و نظم پر لازمی طور پر پڑتا ہے۔

حضرات! جسطرح مظاہر قدرت اور آیات ربوبیت سے حیرانی انسان کے احساس
عبدیت کا باعث بنی اسیطرح جب کبھی بھی اور جہاں کہیں بھی انسانی ذہن نے
شرک کا تصور باندھا ہے ہمیشہ اسکی تہ میں خیال کا یہ دھوکہ کار فرما رہا کہ تنہا ایک ذات
عناصر کے اتنے بڑے انتظام کی اہل ہو ہی نہیں سکتی کیونکہ ہر بار انکا ذہن
مشاہدہ اور قیاس کے اس پہلو پر پہنچ جایا کرتا ہے کہ ایک معمولی گھر کے انتظام سے بڑھکر بڑے
بڑے ملکی انتظام کسی ذات واحد کے علم و ذمہ داری پر نہیں چلا کرتے۔ پھر اسی کیساتھ
ساتھ دنیا میں ایک حاکم کی موت دوسرے کی تخت نشینی ایک افسر کی معزولی دوسرے کا
تقرر اور افسران ماتحت کے در پر عوام کی جبیں سائی خود غرضی، خوشامد، اور رشوت
کی گرم بازاری ان تمام چیزوں کو وہ لازمۂ نظم و نسق اور بادشاہ و رعیت کی تقدیر کا
ایک جزء لازمی یقین کرتے ہیں، اور خود اسی پر قیاس کرکے اپنی محدود عقل کے فیصلے سے
انہوں نے یہی ادنیٰ معیار اپنے معبود اور اسکے دربار کا مقرر کر لیا ہے بسا اوقات
اسی خام خیالی کے عملی نمونے آپ ان مواقع پر بھی دیکھ لیا کرتے ہیں جہاں کسی
مذہب سے تعلق رکھنے والا ایک نافرض شناس انسان کچھ مادی سامان لئے ہوئے

کسی کے مزار پر جارہا ہے اور بزعم خود اپنے مالک حقیقی کو اپنے کردار سے ناواقف سمجھتے ہوئے غیر کے آستانے پر سجدہ کرتا ہوا نظر آتا ہے اسوقت اسکا دل اس یقین سے معمور ہوتا ہے کہ ہماری زبان میں اثر نہیں اسلئے آستانہ غیر پر نذر عقیدت اور انسے امداد مانگنے سے بہت سی دولت عزت اور ملازمت واولاد حاصل ہوسکتی ہے اور ہماری توبہ بھی قبول ہوجائیگی (خواہ احکام الٰہی کے خلاف ہی کیوں نہ ہو) بعض نادان لوگوں سے تو یہاں تک سنا گیا ہے کہ (اور بعض تعلیم یافتہ بھی اس وہم میں مبتلا ہیں) کہ اگر ایک سال گزشتہ معمول در غیر پر نذرانہ نہ پیش کیا گیا تو وہ ہم سے خفا ہوجائینگے، خدا سے سفارش نہیں کرینگے اور آئندہ سال جان ومال پر کوئی نہ کوئی مصیبت آجائیگی، اپنے معبود حقیقی سے اتنی بدگمانی حد درجہ مضحکہ خیز ہے۔ مشرکین کو بھی اسی قسم کا وہم ہوا کرتا تھا کہ خدا آسمان پر ہے اور مادی وروحانی اعتبار سے وہ ہم سے بہت دور ہے اسلئے وہ ہماری پکار نہیں سن سکتا۔ لہذا ہم بتوں کو اس سے تقرب کا وسیلہ سمجھکر انکی عبادت کرتے ہیں مانعبدھم الا لیقربونا الی اللہ زلفیٰ (ہم بتوں کی صرف اسلئے پوجا کرتے ہیں کہ وہ ہمکو خدا سے زیادہ تر قریب کردینگے) شخصی عظمت کا دباؤ اور روحانیت میں گمراہی اس قسم کے خیالات سے شروع ہوتی ہے اور آخر میں انسان ان اوہام میں مبتلا ہوجاتا ہے کہ متعدد روحانی مددگار اور نافع وضار ہستیاں موجود ہیں۔ تصور معبود کا یہ وہ ادنیٰ اور حقیر معیار ہے کہ ہمیشہ اور ہر زمانے میں چشم بصیرت پر اسیر اشکبار رہی ہے، اور معبود کی ناقدردانی کے یہ سبے دو مظاہر ہیں جنہوں نے انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام سے انسانوں کو برسر پیکار رکھا۔ ہمارے رسول فکر کے اسی انحطاط سے محفوظ رکھنے تھے اور ایک واحد کامل

ازلی وابدی زبردست طاقت سے انکا رشتہ عبودیت جوڑ کر دنیا میں انھیں
باعزت وباوقار کرنا چاہتے تھے۔ انکا مشن ہی یہ تھا کہ بنی نوع انسان کے
نیکوکار و خطا دار ہر فرد کو یہ یاد کرا دیں کہ وہ اپنے اچھے اعمال کے ذریعہ اپنے معبود
حقیقی سے قریب ہو سکتا ہے اور بلا واسطہ غیر اسکی رحمت و رضامندی کے
سایہ میں پناہ گزین ہو سکتا ہے۔

وقال ربکم ادعونی استجب لکم — تمہارے پروردگار نے فرمایا کہ (ای بندو) مجھ سے دعا
ان الذین یستکبرون عن عبادتی — مانگو میں تمہاری دعا قبول کرونگا جو لوگ میری عبادت
سیدخلون جہنم داخرین — سے سرتابی کرتے ہیں وہ عنقریب ذلیل ہو کر جہنم میں
(زخرف) — داخل ہونگے۔

جو عبادت کے الفاظ اسکی زبان سے نکلتے ہیں وہ انکے نکلنے سے پہلے ہی معبود کے
علم میں ہوتے ہیں بغیر اسکے کہ وہ کسی وسیلہ کے محتاج ہوں وہ صرف بندگی کا
اقرار ہی نہیں کرتا ہے بلکہ وہ اپنے خدا کے روبرو ہو کر اس سے ہمکلامی کا شرف
حاصل کرتا ہے۔

جسطرح خدا اپنے برگزیدہ بندوں کی پکار سنتا ہے اسیطرح وہ اپنے گنہگار بندوں کی
التجا بھی سنتا ہے اور انکی توبہ قبول فرما کر انکی دستگیری فرماتا ہے۔

یاعبادی الذین اسرفوا علی انفسهم — اے میرے وہ بندو جنہوں نے (کفر و شرک کر کے) اپنے اوپر
لاتقنطوا من رحمۃ اللہ۔ ان اللہ — زیادتیاں کی ہیں تم خدا کی رحمت سے مایوس نہ ہو یقین
یغفر الذنوب جمیعا۔ انہ ھو — خداتعالی تمام گذشتہ گناہوں کو معاف فرما دیگا واقعی وہ بڑا
الغفور الرحیم — بخشنے والا اور بڑی رحمت والا ہے۔

معمورۂ عالم کی بے شمار نعمتیں رب العالمین نے کسی سفارش سے انسان کیلئے اتاریں
اور کسی کے واسطہ سے وہ انسان کو ملیں؟ پیدا کرنیوالے سے بڑھکر کوئی مہربان نگہبان
نہیں ہوسکتا۔ جو عدم سے وجود میں لایا ہے وہی سب سے بڑا رکھوالا اور سب سے بڑھ کر مالک آقا ہے
انبیاء کرام (علیہم الصلوٰۃ والسلام) سے ہمیں معبود کا یہ مایۂ معیار ملا ہے کہ اسکے قوانین
ناقابل ترمیم ہوتے ہیں اور اس کے طریقے کسی کے کہنے سے نہیں بدلے جاتے۔ عالم کے
ایک ذرے سے لیکر آفتاب تک اور ادنیٰ جاندار سے لیکر انبیاء کرام اور ختم المرسلین
علیہ الصلوٰۃ والسلام تک سب اُسی کے محکوم اور اُسی کے دست نگر ہیں۔

قل انی لا املک لکم ضرا ولا رشدا (اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم) آپ کہدیجئے کہ میں تمہارے کسی
قل انی لن یجیرنی من اللہ احد ضرر کا اختیار رکھتا ہوں اور نہ کسی بھلائی کا۔ آپ کہدیجئے کہ اگر
ولن اجد من دونہ ملتحدا الا بلاغا (خدانخواستہ میں ایسا کروں) تو مجھکو خدا کے غضب سے کوئی
من اللہ ورسالاتہ نہیں بچا سکتا اور نہ میں اسکے سوا کوئی پناہ کی جگہ پاسکتا
ہوں لیکن خدا کیطرف سے پہنچانا اور اسکے پیغاموں کا ادا کرنا میرا کام ہے

سبکی موت اور زندگی اسیکے ہاتھ میں ہے وہ ایک مجموعہ صفات ہستی ہمیشہ سے ہے
اور ہمیشہ تک اسیکو بقا ہے

کل من علیہا فان ویبقی وجہ ربک روئے زمین پر جو بھی ہے وہ فنا ہوجانے والا ہے اور صرف آپکے
ذوالجلال والاکرام پروردگار کی ذات جو عظمت اور احسان والی ہے باقی رہ جائیگی
وہ سینے کے بھید جانتا ہے۔

واسروا قولکم او اجہروا بہ تم خواہ چھپاکر بات کہو یا پکار کر اسکو سب خبر ہے کیونکہ
انہ علیم بذات الصدور وہ (اللہ تعالیٰ) دلوں کی باتوں سے خوب واقف ہے

وہ علیم ہے اور ایسا علیم ہے کہ غیب اسکے نزدیک غیب نہیں ہے۔

وما یعزب عن ربک مثقال ذرۃ فی الارض ولا فی السماء — تمہارے پروردگار کے علم سے آسمان و زمین کی ذرہ بھر بات بھی دور نہیں ہے

وہ مختار کل ہے اور اسکے انتظام میں کسیکو دخل دینے کی مجال نہیں۔ حد ہے کہ افضل البشر علیہ الصلوٰۃ والسلام سے ارشاد ہوتا ہے۔

لیس لک من الامر شئی او یتوب علیہم او یعذبھم فانھم ظالمون — (اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم) آپکو انکے معاملے میں کوئی دخل نہیں یہانتک کہ خداوند تعالیٰ انپر یا تو متوجہ ہو یا انکو کوئی سزا دے کیونکہ وہ ظلم بھی بڑا کررہے ہیں

شرک سے خدا بیزار ہے ارشاد ہوتا ہے۔

ان اللہ لا یغفر ان یشرک بہ ویغفر ما دون ذلک لمن یشاء — خدا اُس گناہ کو نہیں بخشے گا کہ کوئی اسکا شریک ٹھہرایا جائے اور اسکے سوا جسے چاہیگا بخش دیگا

نبی اور اسکے امتیون کو جائز نہیں کہ وہ مشرکین کیلئے دعا مغفرت بھی کریں خواہ وہ مشرکین قرابت دار ہی کیوں نہ ہوں۔

ما کان للنبی والذین امنوا ان یستغفروا للمشرکین ولو کانوا اولی القربی من بعد ما تبین لھم انھم اصحاب الجحیم — نبی کو اور ایمان والون کو یہ حق ہی نہیں کہ مشرکین کیلئے مغفرت کی دعا مانگیں اگرچہ وہ انکے رشتہ دار ہی کیوں نہ ہوں یہ ظاہر ہو جانے کے بعد کہ یہ لوگ دوزخی ہیں۔

یہ آیات کریمہ اثبات توحید اور رد شرک میں کسی تشریح کے محتاج نہیں۔

اللہ لا الہ الا ہو الحی القیوم لا تاخذہ سنۃ و — اللہ کے سوا کوئی معبود برحق نہیں ہے وہ زندہ و پایندہ ہے

لا نوم۔ لہ مافی السموٰت و مافی الارض من ذا الذی یشفع عندہ الا باذنہ یعلم ما بین ایدیھم و ما خلفھم و لا یحیطون بشئ من علمہ الا بما شاء وسع کرسیہ السموٰت والارض ولا یودہ حفظھما وھو العلی العظیم

نہ اُسے اونگھ ہے اور نہ نیند زمین و آسمان میں جو کچھ بھی ہے وہ سب اسی کا ہے کسکی مجال ہے کون ایسا ہے جو بلا اُسکی اجازت اسکے دربار (عالی) میں (کسیکی) سفارش پہنچا سکے وہ سب کچھ جانتا ہے جو اُن (بندوں) کے سامنے ہے اور جو اُنکے پیچھے ہے اسکے علم کے ایک ادنی حصہ کا بھی وہ (بندے) احاطہ نہیں کر سکتے مگر یہ کہ جو وہ چاہے۔ اسکی کرسی (اسکا علم) زمین و آسمان کو گھیرے ہوئے ہے۔ اُسے زمین و آسمان کی حفاظت تھکا نہیں سکتی وہ برتر و عظمت والا ہے

قرآن کریم نے متعدد مقامات پر واضح کر دیا ہے کہ کارگاہ عالم کا منتظم حقیقی موت و حیات کا مالک نبوت بخشنے والا عزت و ذلت دینے والا، اسباب کا مسبب اشیا میں اچھے برے اثرات ودیعت کرنیوالا ایک اور صرف ایک ہی پروردگار ہے۔ اسکی کمال مہربانی یہ ہے کہ اسنے اپنے تمام بندوں کو اپنا اور صرف اپنا ہی بنا کر مزدور سے لیکر بادشاہوں کو اسکے اٹل فیصلوں کے آگے جھکنے پر مجبور کیا ہے، یہی وہ عقیدہ ہے جو جماعت کی سلامتی کا دار و مدار ہے۔ اسکا یہ ارشاد ہے کہ "وھو القاھر فوق عبادہ" (اور وہ ہی ذات تعالی اپنے بندوں پر غالب ہے) اسپر غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ جملہ ضبط و نظم اور حفظ حقوق انسان کا جامع اور روحانیت میں اسکے انتشار ذھن کا واحد علاج ہے وہ مالک خداوند کریم اپنے بندوں کو اپنا پیام رحمت پہنچاتا ہے کتب بکم علی نفسہ الرحمتہ

(تمہارے پروردگار نے اپنے اوپر رحمت فرض کرلی ہے)

(۱) ونحن اقرب الیہ من حبل الورید ہم اسکی شہ رگ سے (بھی) زیادہ قریب ہیں۔

(۲) یاعبادی الذین اسرفوا علی انفسہم اے میرے وہ بندو جنہوں نے اپنے اوپر زیادتی کی ہے لاتقنطوا من رحمۃ اللہ تم لوگ خدا کی رحمت سے مایوس نہ ہوجاؤ

(۳) وما ارسلناک الا رحمۃ للعلمین اے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) ہم نے تمکو سارے جہانوں کے لئے رحمت بنا کر بھیجا ہے۔

(۴) قال ربکم ادعونی استجب لکم بندو تمہارے پروردگار نے فرمایا ہے کہ تم مجھ سے دعا کیا کرو میں تمہاری دعائیں قبول کرونگا

(۵) ہو الغفور الودود ذوالعرش وہ پروردگار بڑا بخشش فرمانیوالا نہایت محبت کرنیوالا ہے المجید فعال لما یرید اور عرش کا مالک عظمت والا ہے وہ جو چاہتا ہے کر گذرتا ہے

(۶) وسعت رحمتی کل شیٔ ۔ میری رحمت نے ہر چیز کو سما لیا ہے۔

(رد شرک پر قرآن کریم کے عقلی دلائل)

(۱) والذین یدعون من دون اللہ لایخلقون شیئا وہم یخلقون اموات غیر احیاء وما یشعرون ایان یبعثون۔

(وہ لوگ خدا کے سوا جنکو پکارتے ہیں وہ کسی چیز کو نہیں پیدا کر سکتے ہیں، بلکہ وہ خود ہی مخلوق ہیں۔ وہ مردہ ہیں زندہ نہیں ہیں انہیں اتنی بھی خبر نہیں کہ وہ کب دوبارہ زندہ کرکے اٹھائے جائینگے۔

(۲) ام اتخذوا من دون اللہ شفعاء قل اولو کانوا لایملکون شیئا ولا یعقلون

قل للہ الشفاعۃ جمیعا لہ ملک السموات والارض ثم الیہ ترجعون۔ واذا ذکر اللہ وحدہ اشمأزت قلوب الذین لایؤمنون بالاخرۃ واذا ذکر الذین من دونہ اذاہم یستبشرون۔ ہاں کیا ان مشرک لوگوں نے خدا کے سوا دوسروں کو معبود قرار دے رکھا ہے جو انکی سفارش کرینگے آپ کہدیجئے کہ خواہ یہ کچھ بھی قدرت نہ رکھتے ہوں اور کچھ بھی علم نہ رکھتے ہوں آپ کہدیجئے کہ سفارش تمام تر خدا ہی کے اختیار میں ہے اور اسکی سلطنت تمام آسمانوں اور زمین میں ہے پھر تم اسی کیطرف لوٹکر جاؤ گے صرف خدا ہی کا جب ذکر کیا جاتا ہے تو ان لوگوں کے دل نفرت کرنے لگتے ہیں جو آخرت کا یقین نہیں رکھتے اور جب اسکے (اللہ کے) سوا اوروں کا ذکر آتا ہے تو اسی وقت وہ لوگ خوش ہو جاتے ہیں۔

(۳) یا ایہا الناس ضرب مثل فاستمعوا لہ۔ ان الذین تدعون من دون اللہ لن یخلقوا ذبابا ولو اجتمعوا لہ ۔ اے لوگو ایک مثال دی گئی ہے تم اسے سنو۔ جنہیں تم خدا کے سوا پکارتے ہو ایک مکھی تک تو پیدا نہیں کرسکتے۔ خواہ وہ اپنی پوری جماعت کے ساتھ اسکے درپے ہو جائیں۔

وان یسلبہم الذباب شیئا لایستنقذوہ منہ ضعف الطالب والمطلوب ما قدروا اللہ حق قدرہ ان اللہ لقوی عزیز (سورہ حج)

اور اگر مکھی ان کا ذرہ برابر بھی نقصان کردے تو وہ اس نقصان کو مکھی سے بچا نہیں سکتے طالب اور مطلوب کسقدر کمزور ہیں (حقیقت یہ ہے کہ) خدا کے جاننے اور اسکی قدر کرنیکا جیسا کہ حق ہے انہوں نے نہیں ادا کیا بلاشبہ اللہ زبردست (کامل) طاقت ور ہے۔

(۴) ان تدعوهم لا يسمعوا دعاءكم ولو سمعوا ما استجابوا لكم ويوم القيمة يكفرون بشرككم ولا ينبئك مثل خبير۔ اگر تم انھیں پکارو تو وہ تمہاری پکار نہیں سن سکتے قیامت کے روز وہ تمہاری اس شرک سے بری ہو جائیں گے (یاد رکھو) ایک باخبر کے برابر تمہیں کوئی خبر نہیں دے سکتا (سورہ فاطر)

(۵) لوکان فیہما الہۃ الا اللہ لفسدتا۔ زمین و آسمان میں اگر ایک اللہ تعالیٰ کے سوا اور معبود بھی ہوتے تو دونوں کا نظام درہم و برہم ہو جاتا (سورہ انبیا)

(۶) وما کان معہ من الہ اذا لذہب کل الہ بما خلق ولعلا بعضہم علی بعض (سورۂ انبیا) اور نہ اسکے ساتھ کوئی خدا ہے اگر ایسا ہوتا تو ہر خدا اپنی اپنی مخلوق کو (تقسیم) کرکے الگ کر لیتا اور ایک دوسرے پر چڑھائی کرتا۔

ان آیات سے معلوم ہوا کہ دراصل معبود ایک ہی ہے اور وہ اپنی ہر صفت میں یکتا ہے اختیار کامل اور اقتدار اعلیٰ میں اسکا کوئی ہمسر نہیں اور کوئی بندگی کے لائق نہیں اور حقیقی حمد و ثنا اسی کیلئے زیبا ہے ہاں جسکی تعظیم و تکریم وہی جسقدر اور جس طریقے سے سکھا دے اس سے زیادہ جائز نہیں۔ قارئین کرام اس ضابطہ کی اہمیت کو اگرچہ عام ذہنیتیں سمجھنے کی کوشش نہیں کرتیں لیکن نظام یا ڈسپلن کے واقف کار بخوبی سمجھتے ہیں کہ یہ تحدید احترام کتنے گہرے معانی پوشیدہ رکھتی ہے۔

کسی پیغمبر کا یہ مقصد نہ تھا کہ وہ خدا کے بندوں سے اپنی عبادت کراوے یا انہیں اپنے سامنے سر بسجود رکھے یا انہیں دست بستہ اپنے سامنے کھڑا رکھے (جیسا کہ آجکل کے بعض پیر کیا کرتے ہیں) پیغمبر تو خدائے واحد حی و قیوم کے امانت دار اور اسی کے برگزیدہ ہوا کرتے تھے انکا فریضہ یہ تھا کہ عبد و معبود

کے درمیان جو لوگ حد فاصل بن کر کھڑے ہوگئے ہیں انہیں پامال کر دیں اور خدا کے احکام واضح کرکے پہنچا دیں۔

ماکان لبشر ان یؤتیہ اللہ الکتاب والحکم والنبوۃ ثم یقول للناس کونوا عبادا لی من دون اللہ۔ کسی بشر کو جائز نہیں ہے کہ خدا اسے اپنی کتاب، نبوت اور حکم سے نوازے پھر وہ لوگوں سے کہے کہ خدا کے سوا میرے بندے بنو (میری بندگی کرو)۔

نیز ارشاد ہے۔ قل انما انا بشر مثلکم یوحیٰ الی انما الٰھکم الٰہ واحد۔ اے محمد علیہ السلام آپ کہدیجئے کہ بجز اس کے کچھ نہیں کہ میں تمہاری طرح ایک انسان ہوں (فرق یہ ہے کہ) مجھپر وحی الٰہی نازل ہوتی ہے کہ تم سب کا پروردگار وہ ایک ہی خدا ہے۔ حضرت یوسف علیٰ نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں۔ یاصاحبی السجن ءارباب متفرقون خیرام اللہ الواحد القہار اے میرے قیدخانہ کے (رفیقو) کیا کئی متفرق پالنے والے بہتر ہیں یا ایک اللہ غالب حضرت عیسیٰ علیہ الصلواۃ والسلام قیامت کے دن فرمائینگے۔ ماقلت لھم الا ما امرتنی بہ ان اعبدوا اللہ ربی وربکم وکنت علیھم شھیدا مادمت فیھم فلما توفیتنی کنت انت الرقیب علیھم وانت علیٰ کل شیء شھید (بارالہا) میں نے تو انسے وہی کہا جسکا آپنے مجھے حکم دیا تھا کہ تم لوگ میرے اور اپنے پالنے والے اللہ تعالیٰ کی بندگی کرو جبتک میں ان میں زندہ رہا اسوقت تک تو میں (بھی) انپر (انکے عقائد واعمال پر) گواہ رہا پھر جب آپنے مجھے اٹھالیا تو آپ ہی انپر نگران تھے اور آپ تو ہر بات پر گواہ ہیں۔

غزوۂ احد میں یہ افواہ پھیلا دی گئی کہ حضور اقدس علیہ السلام شہید ہو گئے یہ سنتے ہی بعض مسلمانوں کی ہمتیں پست ہو گئیں ادھر وحی ربانی نے سبکو چونکا دیا وہ یہ تھی
وما محمد الا رسول قد خلت من قبله الرسل افان مات او قتل انقلبتم علی اعقابکم ومن ینقلب علی عقبیه فلن یضر اللہ شیئاً وسیجزی اللہ الشاکرین۔
اسکے سوا اور کچھ نہیں کہ محمد صرف اللہ کے پیغامبر ہیں ان سے پہلے بھی اور پیغامبر گذر چکے ہیں کیا اگر وہ وفات پا جائیں یا شہید کر دیئے جائیں تو تم لوگ اپنے الٹے پیروں پھر جاؤ گے (یاد رکھو کہ) جو (راہ حق سے) پیچھے ہٹا تو وہ ذات خداوندی کو ذرہ برابر نقصان نہیں پہنچا سکتا (ہاں) جو لوگ (ہدایت ربانی کے) شکر گذار ہونگے خدا انہیں جزائے خیر دیگا۔ قرآن حکیم کا ارشاد ہے کہ پیغمبر خدا کے سرفراز اور برگزیدہ نبی کی موت و زندگی اور نماز و قربانی بھی اسی رب ذوالجلال والاکرام کیلئے ہی وقف ہے قل ان صلاتی ونسکی ومحیای ومماتی للہ رب العالمین لاشریک لہ وبذلک امرت وانا اول المسلمین
کہدیجئے۔ (اے محمد علیہ السلام) کہ میری نماز میری قربانی اور میری موت و زندگی سب خدا کیلئے ہی وقف ہے اس پروردگار کیلئے جسکا کوئی شریک نہیں ہے یہی (کہنے اور کرنے) کا مجھے حکم دیا گیا ہے اور میں پہلا اسکا اطاعت گذار ہوں
ہر مسلمان اپنی اہم ترین عبادت نماز کی ہر رکعت میں خدا سے یہ عہد کرتا ہے۔
ایاک نعبد وایاک نستعین۔ (ہم تیری ہی عبادت کرتے ہیں اور تجھی سے مدد مانگتے ہیں)
اب اسکے بعد اس سے بڑھکر نادانی اور کیا ہوگی کہ خدا کے سوا کسی اور کو فریادرس ماننا چاہیے خدا اپنے بندوں پر انکے خیال وعقیدے سے زیادہ مہربان ہے۔

خواہ بندے اپنے مرتبے کے لحاظ سے ادنیٰ سے ادنیٰ ہوں یا اعلیٰ سے اعلیٰ وہ گناہگار
ہوں یا متقی و پرہیزگار سبکے لئے اسکا یہ ارشاد عام ہے جسمیں مشرکین کے مذکورہ وہم
کاجواب بھی ہے۔ واذا سالک عبادی عنی فانی قریب اجیب دعوۃ الداع
اذا دعان فلیستجیبوا لی ولیؤمنوا بی لعلہم یرشدون (اے محمد علیہ الصلوٰۃ والسلام)
جب میرے بندے تم سے میرے بارے میں پوچھیں تو (انسے کہدو) کہ میں قریب ہوں
پکارنے والا جب مجھے پکارتا ہے تو میں اسے جواب دیتا ہوں لہذا انہیں چاہئے
کہ مجھ سے ہی دعا مانگیں اور مجھ پر ایمان لائیں۔۔ اب آپکے سامنے معبود کا ایک
وہ معیار ہے جو انسان کے ظن و تخمین کا اور وہ ہی دنیائے عمل میں اور عالم
روحانیت میں سے سرگردان و حیران رکھتا ہے اور قرآن حکیم کا بتایا ہوا
معبود کا ایک وہ عظیم الشان معیار بھی ہے جو انسان کے جذبہ عبودیت کو
تسکین دیتا ہے اور اسکے وجدان کو ایک زندہ و پائندہ اور نگراں کارہستی
کی یاد سے آباد رکھتا ہے۔ چراغ مردہ کجا شمع آفتاب کجا۔
حضرات عقیدہ توحید جب انسان کے دل و دماغ کی پہنائیوں میں جاگزیں
ہوجاتا ہے تو اسے دنیا کی ہر چیز کی اصلی حیثیت معلوم ہوجاتی ہے، اور وہ بلا خوف
غیر کسی نیک مقصد کیطرف بھی تیزگامی سے جاسکتا ہے، اسے نہ نجوم کی ہیبت
نہ آسیب، کا خطرہ نہ متعدد نافع و ضار ہستیوں کا خوف و لالچ کیونکہ اسے
ایقان ہے کہ جب وہ راہ حق پر ہے اور خدا اسے زندہ رکھنا چاہتا ہے تو کوئی
طاقت ایسی موجود ہی نہیں ہے جو اسکا بال بیکا کر سکے عقیدہ توحید کی اسی خاص
کیفیت کے نتائج اگر آپ معلوم کرنا چاہیں تو قرون اولیٰ کے مسلمانوں کی تاریخ

پر نظر ڈالئے جو شرک و بدعت اور مذہب کے نام سے خود ساختہ رسوم ہے کوسوں دور تھے اور واعتصموا بحبل اللہ جمیعا ولا تفرقوا کی سراپا تعمیل تھے عقائد کی تفصیل میں جانے کا یہ موقع نہیں لیکن اتنا ضرور عرض کرونگی کہ جن عقائد کے باب میں تسامح برتنے سے مسلم کی انفرادی اور اجتماعی زندگی میں انتشار پیدا ہو گیا ہے اور انکے قوائے عملیہ سست پڑ گئے ہیں انہیں سے ایک عقیدہ جزا و سزا (پر ایمان) بھی ہے۔ ایمان کے معنے یقین ہیں یقین خیال و تصور کا وہ درجہ ہے جہاں شک کا گذر نہیں مسلم کو یقین نہیں ہے کہ وہ ظلم و زیادتی یا بد اعمالی کی سزا میں کسی دیگر جسم میں ڈال دیا جائیگا۔ (انسان جب انسانیت کے جامے میں انسان بن سکا تو جانور کے جامے میں کیا انسان بن سکے گا۔)

نوٹ۔ عقل کیونکر اس قضیے کو قبول کر سکتی ہے کہ نیک عمل کی جزا میں انسان کو اچھا جسم ملتا ہے اور برے کام کے بدلے میں اسے چوہے یا بلی وغیرہ کی شکل دی جاتی ہے یہاں ایک سوال یہ بھی پیدا ہوتا ہے کہ پھر انسانیت کا جامہ کیا حقیقت رکھتا ہے کیا یہ بھی ثواب یا عقاب کی شکل ہے؟ اگر ایسا ہے تو کیا انسان نے اپنے وجود سے بھی پہلے کوئی اچھا یا برا کام کیا تھا؟ اس سے تو یہ لازم آتا ہے کہ انسان اپنے وجود سے پہلے ہی سزا یا جزا کا مستحق تھا (بلکہ جزا و سزا پر اسکے یقین کی صورت یہ ہے کہ ایک وسیع ترین میدان میں مالک یوم الدین کا عظیم الشان دربار ہے جہاں ایک وقت سب کے حساب کے لئے مقرر ہے اور ایک صرف بادشاہوں، کل حکمرانوں کیلئے مخصوص ہے ساری انسانی آبادی جو کل دنیا میں عالیشان عمارتوں یا جھونپڑوں میں رہا کرتی تھی وہ دنیا جہاں مال و جاہ کے لحاظ سے رزق

تقسیم ہوتا تھا وہ دنیا والے جو علم مرتبہ میں بصارت پر نازاں اور بصیرت سے محروم تھے وہ سب سمٹ کر یہاں آ گئے ہیں انسانوں کا ایک سمندر ہے جو امنڈتا ہوا چلا آ رہا ہے، یہاں جہنم کی بے پناہ لپٹیں ہیں اور جنت کے کیف پرور اور روح افزا نظارے، آفتاب کی تمازت ہے، اور حوض کوثر کی روانی و ٹھنڈک یہ سب چیزیں ہر ایک کیلئے نہیں ہیں بلکہ نکوکاروں کیلئے اچھی اور بدکاروں کیلئے بری مخصوص ہیں، ایک عادل میزان ہے جس پر سب کے اعمال وزن کئے جاتے ہیں، کچھ لوگ وجوہ یومئذ ضاحکۃ مستبشرہ کی تصویر ہیں اور کچھ وجوہ یومئذ علیہا غبرۃ ترھقہا قترہ (کچھ چہرے اس دن مسکراتے اور ہشاش ہوں گے) بہت سے چہرے اس دن غبار آلودہ ہونگے اور سیاہی ان پر چھائی ہوگی) کسی کو ابدی سزائیں ہیں تو کسی کو ہنگامی، آج ظالموں کے چہرے اداس اور مظلوموں اور بیکسوں کے بشاش ہیں، اس دربار کا رنگ دنیا کے دستوروں سے نرالا ہے نہ یہاں شخصی عظمت چلتی ہے نہ خاندانی وقار خطرے میں لایا جاتا ہے، حد یہ ہے کہ انبیاء کرام بھی بلا اذن رب العالمین سفارش نہیں کر سکتے، رشوت ستانی کا یہاں گذر نہیں، جھوٹی گواہی دینے والے اور جھوٹے گواہ تیار کر کے لانے والے برے ٹھکانے پر ہیں کسی کا حق مار کر کھانے والے عذاب سے محفوظ نہیں ہو سکتے، یہاں غلط بیان اور چرب زبان گرہ بگلو ہیں یہ سب ہیں اور خدائے منصف جس نے حساب کے دن سے آگاہ کر دیا تھا اور پہلے ہی بتا دیا تھا کہ۔ الی اللہ مرجعکم جمیعاً (ای ہند ھ) تم سب کو خدا کی طرف لوٹنا ہے اور افحسبتم انما خلقنٰکم عبثا و انکم الینا لاترجعون کیا تم یہ خیال کئے ہوئے

ہو کہ ہم نے تم کو محض بیکار پیدا کیا ہے اور تم ہماری طرف لوٹ کر نہیں آؤ گے
اسس نے اچھی اور بری دونوں راہیں تیا دی تھیں۔ وہدینا ہ النجدین
اختیار راہ درحقیقت انسان کا امتحان تھا اور دنیا اسکی امتحان گاہ
الذی خلق الموت والحیاۃ لیبلوکم ایکم احسن عملا۔ جس نے موت وزندگی
اسلئے پیدا کی تاکہ وہ تمکو آزمائے کہ تم میں کون اچھا عمل کرتا ہے۔ خدا کے
پیغمبروں نے یہ جتانے میں کسی قسم کی فروگذاشت نہیں کی دنیا دار العمل ہے
اور آخرت کی کھیتی اور یوم جزا و سزا اسکے اعمال کی کسوٹی ہیں یہ وہ دن ہوگا جبکہ
سب کے اعمال کی حقیقت طشت از بام ہوگی، ہر ذات کو اسکے کیے کا پورا پورا
بدلہ ملے گا، لیس للانسان الا ما سعیٰ وان سعیہ سوف یری ثم یجزاہ الجزاء
الاوفی۔ انسان کو صرف اپنی کمائی ملے گی اور یہ کہ انسان کی کوشش بہت
جلد دیکھی جائیگی پھر اسکو پورا پورا بدلہ دیا جائیگا۔ اور فمن یعمل مثقال
ذرۃ شرا یرہ ومن یعمل مثقال ذرۃ خیرا یرہ۔ جو ذرہ برابر برائی کرے گا
(قیامت کیدن) اسے دیکھے گا اور جو ذرہ بھر نیکی کرے گا اسے دیکھ
لیگا۔ قران کریم میدان حشر کا منظر بتاتا ہے۔ ونفخ فی الصور فصعق
من فی السموات ومن فی الارض الا من شاء اللہ ثم نفخ فیہ اخری فاذا ہم
قیام ینظرون واشرقت الارض بنور ربہا ووضع الکتاب وجای بالنبین
والشہداء وقضی بینہم بالحق وہم لایظلمون ووفیت کل نفس ما عملت و
ہو اعلم بما یفعلون الخ ۔ صور پھونکا جائے گا تو تمام آسمان اور زمین
والوں کے ہوش اڑ جائینگے مگر جسکو خدا چاہے پھر دوبارہ صور پھونکا جائیگا۔

تو دفعتاً سب کے سب کھڑے ہو جائینگے (اور چاروں طرف دیکھنے لگینگے زمین اپنے رب کے نور سے روشن ہو گی اور (سب کا) نامہ اعمال (ہر ایک کے سامنے) رکھدیا جائیگا اور پیغمبر اور گواہ حاضر کئے جائینگے اور سب کے درمیان ٹھیک ٹھیک فیصلہ دیا جائیگا اور انپر ذرا ظلم نہ ہوگا اور ہر شخص کو اسکے اعمال کا پورا پورا بدلہ دیا جائیگا اور (خدا تعالیٰ) سب کے کاموں کو خوب جانتا ہے۔ قرآن کریم مسئلہ قیامت اور حیات بعد الممات کو کس دلنشین پیرائے میں اور کیسی واضح تشبیہ سے سمجھاتا ہے جسپر جیسا جیسا غور کیا جاتا ہے حقیقت سامنے آتی جاتی ہے۔ اللہ الذی یرسل الریاح فتثیر سحابا فیبسطہ فی السماء کیف یشاء و یجعلہ کسفا فتری الودق یخرج من خلالہ فاذا اصاب بہ من یشاء من عبادہ اذا ھم یستبشرون وان کانوا من قبل ان ینزل علیھم من قبلہ لمبلسین فانظر الی آثار رحمۃ اللہ کیف یحیی الارض بعد موتھا ان ذلک لمحی الموتی وھو علی کل شئی قدیر۔ اللہ ایسا ہے کہ وہ ہوائیں بھیجتا ہے وہ بادلوں کو اٹھاتی ہیں پھر اللہ تعالیٰ انکو جسطرح چاہتا ہے آسمانوں میں پھیلا دیتا ہے اور انکے ٹکڑے ٹکڑے کر دیتا ہے پھر تم مینہہ کو دیکھتے ہو کہ اسکے اندر سے نکلتا ہے پھر وہ اپنے بندوں میں سے جسکو چاہتا ہے پہنچا دیتا ہے تو وہ خوشیاں کرنے لگتے ہیں اور وہ لوگ قبل اسکے کہ (انکے خوش ہونے سے پہلے) انپر برسے نا امید تھے تو رحمت الہی کے آثار دیکھو کہ اللہ تعالیٰ زمین کو اسکے مردہ ہونے کے بعد کس طرح زندہ کرتا ہے کچھہ شک نہیں کہ وہی مردوں کو زندہ کرنے والا ہے۔ مشرکین کو مسئلہ قیامت میں اسلئے شک تھا کہ وہ موت کے بعد دوبارہ زندگی محال سمجھتے تھے کہتے تھے کہ۔ ائذا متنا و کنا ترابا و عظاما ءانا لمبعوثون او آباءنا الاولون

(ارے) کیا جب ہم مٹی اور ہڈی (کا ڈھیر) ہو جائینگے تو پھر اٹھا کر زندہ کئے جائینگے اور کیا ہمارے اگلے (مرے ہوئے بھی!) اور قرآن کریم میں ارشاد ربانی یہ سمجھانا تھا کہ وضرب لنا مثلا ونسي خلقه قال من يحي العظام وهي رميم قل يحييها الذي انشاها اول مرة وهو بكل خلق عليم - اپنی خلقت کو بھول کر وہ ہمارے لئے مثال تراشتا ہے اور کہتا ہے کہ (بھلا) جو ہڈیاں بوسیدہ ہوگئیں ہوں انہیں کون زندہ کرے گا آپ جواب دیجئے کہ وہی زندہ کرے گا جس نے اول بار انہیں پیدا کیا تھا اور وہ آفرینش کے ہر راز سے بخوبی واقف ہے

نیز یہ کہ قل ان الاولين والآخرين لمجموعون الى ميقات يوم معلوم

کہہ دیجئے کہ ایک مقررہ وقت میں اگلے اور پچھلے سب جمع کئے جائینگے)

تنزیل قرآن اور بعثت رسل کے منجملہ مقاصد میں ایک اہم مقصد یہ بھی تھا کہ لوگوں کو حساب کے دن سے ڈرایا جائے اور اچھے انجام کی امید دلائی جائے) تاکہ ہر شخص اپنے فرائض کی تعمیل اور حقوق کی ادائیگی میں مصروف رہے اس یقین کے ساتھ کہ بارگاہ رب العالمین میں ایک ایک ذرہ ایک ایک ساعت اور ادنیٰ سے ادنیٰ حق کی بازپرس ہوگی ارشاد ہوتا ہے۔ رفيع الدرجات ذو العرش يلقي الروح من امره على من يشاء من عباده لينذر يوم التلاق يوم هم بارزون لا يخفى على الله منهم شئى لمن الملك اليوم لله الواحد القهار - اليوم تجزى كل نفس بما كسبت لاظلم اليوم ان الله سريع الحساب -

وہ رفیع الدرجات ہے، عرش کا مالک ہے وہ اپنے بندوں میں سے جس پر چاہتا ہے وحی (یعنی اپنا حکم بھیجتا ہے تاکہ وہ صاحب وحی لوگوں کو اجتماع (قیامت)

یہ دن مت ڈرائے جس میں سب لوگ خدا کے سامنے موجود ہونگے انکی (کوئی) بات خدا پر مخفی نہ رہیگی آج کے روز کسکی حکومت ہوگی بس اللہ ہی کی ہوگی جو یکتا اور غالب ہے آج ہر شخص کو اسکے کئے کا بدلہ دیا جائیگا۔ آج کسی پر کچھ ظلم نہ ہوگا اللہ تعالی بہت جلد حساب لینے والا ہے۔ قارئین کرام مسئلہ جزا و سزا الیقین و اذعان کا وہ اہم جزو ہے جو ایک ایمان دار کو لمحہ بھر کیلئے بھی اسکے مذہبی اخلاقی معاشرتی اور جماعتی فرائض سے غافل نہیں رکھ سکتا حضور اقدس علیہ السلام کا ارشاد ہے۔ کلکم راع و کلکم مسئول عن رعیتہ والمرءة راعیة علی بیت زوجہا و ولدہ۔ تم میں سے ہر ایک (ذمہ دار) نگران کار ہے اور ہر ایک سے اسکے ماتحتوں کے بارے میں پوچھا جائیگا اور عورت اپنے شوہر کے گھر بار اور اسکے بچوں پر نگران کار ہے) ترقی کے بنیادی اصول یہی ہیں کہ مرد عورتیں اور ہر مرتبہ کے ذمہ دار اشخاص اپنے اپنے فرائض بلا تاخیر انجام دیں سماجی راحت کا قصر اسی بنیاد پر قائم ہوتا ہے کہ ایک دوسرے کے حقوق ادا کرنے پر پابند ہوں آپنے غور فرمایا کہ اس عقیدے میں ڈر او ر امید کے اجتماع سے انسانی نفسیات اور اسکے اعمال پر کتنے بہتر اثرات مرتب ہو سکتے ہیں۔

غرض عقیدہ جزا و سزا کی اس اہمیت کو دیکھئے پھر ذرا ہندوستان میں کروڑوں کی تعداد میں بسنے والی مسلمان جماعت پر نظر ڈال لیجئے۔

جسطرح اسلامی عقائد انسان کی دنیوی و آخروی زندگی کیلئے یکساں مفید ہیں اسی طرح اسلامی عبادات کے ہر ہر پہلو کو بغور دیکھہ جائے معلوم ہوگا کہ یہ کتنے رموز حکمت سے معمور ہیں، میں کہتی ہوں کہ عبادت ضروری ہے لیکن

ویسی ہی سادہ جیسی اسلام نے اور صرف اسلام نے سکھائی ہے، زمین زیادہ سہل الحصول کیا شئے ہوگی؟ پوری زمین مسلمان کی جانماز بھی ہے اور پانی نہ ملنے کی صورت میں وضو بھی مسجد میں باجماعت نماز افضل ہے لیکن مقبولیت عبادت میں حضور قلب شرط ہے، بادشاہ اگر مخمل کی جانماز پر نماز پڑھتا ہے تو گوال بکری کے تھان کو صاف کر کے نماز پڑھ سکتا ہے اگر دونوں نے حضور دل سے ادا کی ہے تو دونوں کی عبادت قبول ورنہ ان میں سے جسکو حضور قلب میسر ہو جائے وہی کامیاب ہے، روزے سے جسمانی صحت اور روحانی تشفی جس سے روحانی ترقی کے ساتھ اجتماع کے صدہا فوائد حاصل ہو سکتے ہیں، مسلم اپنے معبود کے بتائے ہوئے طریقے سے اور اسے اپنے روبرو سمجھکر اسکے سامنے اقرار بندگی کرتا ہے اور عہد اطاعت کو دھراتے ہوئے رجوع بحق کرتا ہے اس فرض سے فارغ ہو کر جب وہ دنیوی کاروبار میں لگ جاتا ہے تو یہ نہ سمجھئے کہ وہ عبادت نہیں کر رہا ہے نہیں اسکی دنیوی محنت و مشقت اور آرام و راحت بھی اسکے معبود کے نزدیک عبادت میں ہی داخل ہے۔ لاھلک علیک حق ولربک حق ولنفسک علیک حق تم پر تمہارے اہل و عیال کا حق ہے، تمہارے پروردگار کا حق ہے اور خود تمہاری ذات کا حق بھی ہے۔ حضرات مومن یعنی ایک متخشع اور مطیع بندہ، دنیا سے فتنہ و فساد کا قلع قمع کر کے امن قائم کرنے والا سپاہی مسافر بھی ہے سیاح بھی وہ مزدور اور تاجر بھی ہے اور حاکم و محکوم بھی غرض وہ اھیر اور دھوبی کے آزاد پیشوں سے لیکر حکمرانی تک کے فرائض انجام دیتا ہے اسکو ان مختلف حالات میں دیکھئے پھر اسلامی عبادت اسکی اہمیت اور اسکی

سادگی کا تماشا کیجئے۔

لمحۂ فکریہ

قرآن کریم کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ انسان کو مادی اور روحانی ترقی کیلئے اصلاح عقائد کا جو پہلا سبق دیا ہے اس سے ذہنی ارتقا اور فہم کی تربیت کے مندرجہ ذیل اصول مرتب ہوتے ہیں۔ (۱) انسانی قلب و دماغ ظنون و تخیلات کی تاریکیوں میں نہ بھٹکتے پھریں (۲) اسکی مادی علتوں سے پہلے کج خیالی اور کج فہمی کی علت کو دفع کیا جائے۔ (۳) فکر کی ہر پروازیں سے غلو، افراط۔ تفریط سے باز رکھتے ہوئے اعتدال اور سیدھی راہ کیطرف ہدایت دی جائے۔ تاکہ وہ صحیح تفکر کا عادی ہو اور اسے حق و باطل میں تمیز کرنا آجائے اور عقل کی قوت کو ہوا و ہوس کا تابع فرمان کرکے سیدھی راہ سے دور نہ جا پڑے۔ تعلیم ربانی کے اس پہلے ہی درس سے انسان فرض تحقیق و تجسس کیطرف متوجہ ہو جاتا ہے اور اسپر ترقی کی راہیں یہیں سے کھلتی ہیں، یہیں سے اسکے دل و دماغ کو یکسوئی حاصل ہوتی ہے اور قدرت کی ہر صنعت، مخلوق کی ہمہ اقسام بیک وقت اسے کسی کا نشان اور اپنا مرکز فکر و تحقیق نظر آتی ہیں سنریھم آیاتنا فی الآفاق وفی انفسھم حتی یتبین لھم انہ الحق۔ ہم عنقریب انکو اپنی قدرت کی نشانیاں انکے گرد و نواح میں اور خود انکی ذات میں بھی دکھا دینگے یہاں تک کہ ان پر ظاہر ہو جائے گا کہ وہ قرآن حق ہے۔ الذین یذکرون اللہ قیاما و قعودا و علی جنوبھم و یتفکرون فی خلق السموات والارض ربنا ما خلقت ھذا باطلا۔ وہ لوگ جو کھڑے بیٹھے اور اپنے پہلوؤں پر خدا کو یاد کرتے ہیں اور

خدا کی خلقت میں غور فکر کرکے دیکھتے ہیں کہ اے ہمارے پروردگار آپنے اسے بیکار نہیں پیدا کیا ہے۔ وھو الذی مد الارض وجعل فیہا رواسی و انہارا ومن کل الثمرات جعل فیہا زوجین اثنین یغشی اللیل النہار ان فی ذلک لایات لقوم یتفکرون۔ اور وہ ہی ایسی ذات گرامی ہے جس نے زمین کو پھیلایا اور اس میں پہاڑ اور نہریں پیدا کیں اور اس میں ہر قسم کے پھلوں سے دو دو قسم کے پیدا کیے تاریکی شب سے دن کی روشنی کو چھپا دیتا ہے ان امور میں غور کرنے والوں کیلئے دلیلیں ہیں۔ آپ نے غور فرمایا کہ قرآن کریم تفکر فی الخلق کی دعوت دیکر انسانی فکر کیلئے تحقیق و تفحص کی کتنی راہیں کشادہ کرتا ہے، انسان کا شعور قدرت کا ایک گراں قدر عطیہ ہے قرآن کریم نہ صرف اسے زندہ و بیدار کرتا ہے بلکہ انسان کو یہاں تک آزادی دیتا ہے کہ وہ ہر قسم کی تحریک، دعوت و عظ و نصیحت کو اپنی اس فطری استعداد سے جانچ لیا کرے۔ خدا کے نزدیک قابل ستائش وہی لوگ ہیں جو اسکے پند و نصائح پر اندھے بہرے ہوکر نہیں بلکہ سمجھ بوجھکر ایمان لاتے ہیں۔ والذین اذا ذکروا بآیات ربہم لم یخروا علیہا صما وعمیانا (فرقان) رحمٰن کے بندے وہ لوگ ہیں کہ جبوقت انکو اللہ کے احکام کے ذریعے نصیحت کیجاتی ہے تو (ان احکام) پر بہرے اندھے ہوکر نہیں گرتے) تین چیزیں ہیں جو انسانی عقل کو زنگ خوردہ تلوار کیطرح بیکار کرکے اسکے ذہنی ارتقا کو روک دیتی ہیں (۱) ظن و تخمین کو اعتقاد کیجگہ دینا (۲) قدیم خاندانی دستوروں اور بزرگوں کی خود ساختہ رسوم کو ایمان میں شامل کرنا (۳) اور بلا تحقیق ہر کس و ناکس کی

پیروی پر آمادہ ہو جانا۔ قرآن کریم فرماتا ہے ان یتبعون الا الظن وما تھوی الانفس ولقد جاءھم من ربھم الھدیٰ مالھم بہ من علم ان یتبعون الا الظن وان الظن لا یغنی من الحق شیئا (سورہ النجم)۔ ترجمہ حالانکہ انکے پاس اسپر کوئی دلیل نہیں ہے صرف بے اصل خیالات پر چل رہے ہیں اور یقیناً بے اصل خیالات امر حق (کے اثبات) میں ذرا بھی مفید نہیں ہوتے۔

ان عندکم من سلطان بھذا ام تقولون علی اللہ ما لا تعلمون۔ کیا تمہارے پاس اسکی کوئی دلیل ہے؟ کیا بے جانے بوجھے یونہی جا بنتے ہو اللہ کے ذمے لگا دیتے ہو وان کثیرا من الناس لیضلون باھوائھم بغیر علم (ولوانا ر) اور یہ یقینی بات ہے کہ بہت سے آدمی اپنے غلط خیالات پر بلا کسی سند کے گمراہ کرتے ہیں وان تطع اکثر من فی الارض یضلوک عن سبیل اللہ ان یتبعون الا الظن وان ھم الا یخرصون۔ اور دنیا میں زیادہ لوگ ایسے ہیں کہ اگر آپ انکا کہنا ماننے لگیں تو وہ آپکو اللہ کی راہ سے بے راہ کر دینگے وہ محض بے اصل خیالات پر چلتے ہیں اور بالکل قیاسی باتیں کرتے ہیں)

بل قالوا انا وجدنا آباءنا علی امۃ وانا علی آثارھم مقتدون (زخرف) بلکہ وہ کہتے ہیں کہ ہم نے اپنے داداؤں کو ایک طریقے پر پایا ہے اور ہم بھی انکے پیچھے پیچھے راستہ پر چل رہے ہیں۔ صرف یہی نہیں کہ ظن و تخمین علم و عقیدے کے باب میں انسانی ذہن کو ٹھوکریں کھلاتے ہیں بلکہ ایک ظنون فاسدہ کی پیروی کرنے والا انسان معاشرت کیلئے بھی وبال ہو جاتا ہے۔ عربی شاعر کہتا ہے۔

اذا ساء فعل المرء ساءت ظنونہ ۔ وصدق ما یعتادہ من توھم
آدمی کا کردار جب خراب ہو جاتا ہے تو اسکے خیالات بھی خراب ہوجاتے
ہیں یہاں تک کہ اپنے لیے اصل خیالات کو وہ سچ سمجھنے لگتا ہے ۔
وعادی محبیہ بقول عداتہ ۔ واصبح فی لیل من الشک مظلم
اپنے دشمنوں کے کہنے سے دوستوں سے دشمنی کرنے لگتا ہے اور اسطرح
شک وشبہ کی تاریکیوں میں مبتلا ہو جاتا ہے ۔ قرآن کریم ایسے موقعے
لیے ارشاد فرماتا ہے ۔ ان بعض الظن اثم ۔ بعض گمان گناہ ہیں ۔
اور متنبہ فرما دیتا ہے کہ جو کوئی بھی بلا فکر تحقیق ایک غلط خیال کے
درپے ہوگا ۔ وہ خدا کے روبرو جوابدہ ہوگا ۔ ولا تقف ما لیس لک بہ
علم ان السمع والبصر والفواد کل اولئک کان عنہ مسئولا ۔ جس بات
کی تمہیں تحقیق نہ ہو اسپر عمل درآمد نہ کیا کرو کیونکہ کان، آنکھ اور دل
ہر شخص سے ان سب کی قیامت کے دن پوچھ ہوگی ۔ اور ان غفلت
پیشہ لوگوں کو ملامت کرتا ہے جو تحقیق وتفحص سے روگردانی کرتے ہیں
اور خدا کی مصنوعات سے آنکھیں بند کرکے گذرتے چلے جاتے ہیں
وکاین من آیۃ فی السموات والارض یمرون علیہا وھم عنہا معرضون
آسمان وزمین میں بہت سی ایسی نشانیاں ہیں جن پر انکا گذر ہوتا ہے
اور انپر وہ کچھ بھی اپنی توجہ نہیں دیتے ۔

انسانی وجود، اسکی اہمیت

مادہ پرستی ۔ دہریت اور کفر وشرک کے آئینوں میں انسانی وجود اور اسکے

اسکے متضاد کا رنگ نہایت پھیکا نظر آتا ہے اور اتنا بے تاثیر کہ اگر تمام موجودات میں سے صرف انسان کو دو گھڑی کیلئے معدوم فرض کر لیا جائے تو نگار خانہ عالم کے فطری حسن میں کمی محسوس ہونے کے بجائے سکون اور اطمینان اور امن و عافیت کے فضا طاری ہو جائے۔ پھر نہ کہیں جابر و مجبور اور ظالم و مضطر کے مکروہ مناظر دکھائی دیں گے نہ کوئی ہستی دربدر کی خاک چھانتی ہوئی ہر ہر قدم پر سجدہ ریز نظر آئے گی۔ موجودات بیان سرگذشت میں مصروف ہو جائیں گی اور انسانی مزاحمت سے نجات پاکر پندار آزادی میں پھولے نہیں سمائیں گی۔

دوسرے دقیق مسائل کیطرح وجود انسانی اسکی حقیقت دریافت کرنے میں مفکرین بھی ہمیشہ سرگردان رہے ہیں۔ اور معمورۂ عالم کا یہ درخشاں نقش ہنوز معرض بحث میں ہے۔ لیکن تقویم ربانی سے ہٹکر انسانی مبدأ و معاد کے مسائل میں جسقدر تحقیق جاری رہی ہے اسکا حاصل انسان کو عالم کا ایک مشرف اور ممتاز وجود نہیں ثابت کر سکا اندازہ لگایا جاتا ہے کہ دنیا پانچ ہزار برس سے قائم ہے لیکن یقینی طور پر یہ نہیں کہا جا سکتا کہ کائنات عالم میں مخلوقات کے آفرینش اور فطرت کے جلوہ فرمائیاں کب سے قائم ہیں اور نہ یہ دیکھا جا سکتا ہے کہ انسانی وجود کا نقش اولیں کیا تھا اور کس نوعیت کا تھا۔ بہر حال قرآن ہم کو مطلع فرماتا ہے کہ باری تعالی نے حضرت آدم علیہ الصلوۃ والسلام کی تخلیق سے وجود انسانی کا آغاز فرمایا ہے - آج جب دنیا کے سامنے یہ اعتقاد پیش کیا جاتا ہے تو عقائد سے گھبرائی ہوئی طبیعتیں فکر و حیرت میں مبتلا نظر آتی ہیں مگر سوال یہ ہے کہ اس باب میں دوسرے مفکرین اور مذاہب کے آرا کیا محض عقیدے ہی کی

حیثیت نہیں رکھتی ہیں ہمیں ایسے لوگوں کی عقل و تمیز پر حیرت ہے کہ وہ انسان اور انسانیت کے اعتبار سے ایک اعلیٰ وجود کو انسان کی اصل ماننے سے انکار کرتے ہیں اور صرف چند عقلوں کے اندازے کو اپنے مبدا کی قیمت قرار دیتے ہوئے کیڑے اور پتنگے سے اپنی نمو ماننے کیلئے تیار ہو جاتے ہیں۔ قرآن حسن انسانی کی سطح حقیقت فروزاں کرتے ہوئے یہ اعلان کرتا ہے۔ لقد خلقنا الانسان فی احسن تقویم بعض کہتے ہیں کہ وہ مدتوں نباتات اور حیوانات کی شکل میں رہا پھر بنتے بنتے انسان بنا قرآن کہتا ہے کہ سب ایک ادنیٰ شئی سے بنے ہیں وجعلنا من الماء کل شئی حی۔ (ہم نے ہر زندہ چیز کو پانی سے بنایا ہے۔ مگر انسان بھی ایک علیحدہ نقش ربانی ہے۔ خلقک فسواک فعدلک فی ای صورۃ ما شاء رکبک (ای انسان) تجھکو بنایا پھر تیرے عضو کو درست کیا پھر تجھکو موزوں و مناسب بنایا اور جس صورت میں چاہا تجھے ترکیب دیا۔ اکفرت بالذی خلقک من تراب ثم من نطفۃ ثم سواک رجلا۔ کہف۔ کیا تو اس ذات پاک کا منکر ہوتا ہے جس نے تجھے (اول) مٹی سے پیدا کیا پھر نطفہ سے پھر تجھکو صحیح و سالم آدمی بنایا۔

ولقد خلقنا الانسان من سلالۃ من طین ثم جعلناہ نطفۃ فی قرار مکین ثم خلقنا النطفۃ علقۃ فخلقنا العلقۃ مضغۃ فخلقنا المضغۃ عظاما فکسونا العظام لحما ثم انشاناہ خلقاً آخر فتبارک اللہ احسن الخالقین۔

اور ہم نے انسان کو ستی ہوئی بجتی مٹی سے پیدا کیا پھر ہم نے اسے بنایا (جو کہ ایک مدت معینہ تک) ایک محفوظ مقام (یعنی رحم میں) رہا پھر ہم نے نطفہ کو خون کا لوتھڑا بنایا پھر ہم نے اس خون کے لوتھڑے کو گوشت کی بوٹی بنایا پھر ہم نے

اس بوٹی کے بعض اجزا کو ہڈیاں بنایا پھر ان ہڈیوں پر گوشت چڑھایا پھر اس میں روح ڈالکر اسے ایک دوسری طرح کی مخلوق بنا دیا کیسی شان ہے اللہ کی جو تمام صناعوں سے بڑھکر ہے۔ انسانی عقل بعث ونشر کے مسئلہ میں حیران تھی تو اسے سمجھایا گیا کہ ابداع نقش اول مشکل ہے لیکن جب خلاق علیم عدم سے وجود میں لایا تو یہ سمجھنا کیا دشوار ہے کہ وہ دوبارہ بھی زندہ کر سکتا ہے۔ یاایہا الناس ان کنتم فی ریب من البعث فانا خلقنٰکم من تراب ثم من نطفۃ ثم من علقۃ ثم من مضغۃ مخلقۃ وغیر مخلقۃ لنبین لکم ونقر فی الارحام مانشاء الی اجل مسمی ثم نخرجکم طفلا ثم لتبلغوا اشدکم ومنکم من یرد الی ارذل العمر لکیلا یعلم من بعد علم شیئاً وتری الارض ہامدۃ فاذا انزلنا علیہا الماء اہتزت وربت وانبتت من کل زوج بہیج ذلک بان اللہ ہو الحق وانہ یحیی الموتی وانہ علی کل شیء قدیر۔ حج ع ۱

اے لوگو اگر تم قیامت کے دن دوبارہ زندہ ہونے سے شک میں ہو تو ہم نے اول تم کو مٹی سے بنایا پھر نطفہ سے پھر خون کے لوتھڑے سے پھر بوٹی سے کہ بعضی پوری ہوتی ہے اور بعضی ادھوری بھی تاکہ ہم تمہارے سامنے اپنی قدرت ظاہر کر دیں اور ہم ماں کے رحم میں جس نطفہ کو چاہتے ہیں ایک مدت معین یعنی وقت وضع تک ٹھہرائے رکھتے ہیں پھر ہم تمکو بچہ بنا کر باہر لاتے ہیں پھر تاکہ تم اپنی بھری جوانی تک پہنچ جاؤ اور بعضے تم میں وہ بھی ہیں جو جوانی سے پہلے ہی مرجاتے ہیں اور بعضے تم میں وہ ہیں جو نکمی عمر یعنی زیادہ بڑھاپے تک پہنچا دیا جاتا ہے جس کا اثر یہ ہے کہ ایک چیز سے باخبر ہو کر بے خبر ہو جاتا ہے

(اور اے مخاطب) تو زمین کو دیکھتا ہے کہ خشک پڑی ہے پھر جب ہم اس پر پانی برسانے ہیں تو وہ ابھرتی ہے اور پھولتی ہے اور ہر قسم کی خوشنما نباتات اگاتی ہے یہ سب اس سبب سے ہوا کہ اللہ تعالیٰ ہی کی ہستی کامل ہے اور وہ ہی بیجانوں میں جان ڈالتا ہے اور وہ ہی ہر چیز پر قادر ہے۔

قرآن کریم ہم کو اطلاع دیتا ہے کہ جمادات اور نباتات اور دیگر حیوانات انسان کی طرح خالق کی علیحدہ علیحدہ اجناس ہیں اور انکی تخلیق کے مقاصد میں سے یہ ہے کہ انسان انسے نفع اٹھائے۔ اسطرح یہ مسئلہ خود بخود صاف ہوجاتا ہے کہ انسان حیوانات کی تدریجی شکل نہیں ہے۔ خلق الانسان من نطفۃ فاذا ہو خصیم مبین والانعام خلقہا لکم فیہا دفأ ومنافع ومنہا تاکلون ولکم فیہا جمال حین تریحون وحین تسرحون ... الی قولہ والخیل والبغال والحمیر لترکبوھا وزینۃ ویخلق ما لا تعلمون (نحل)۔ اسنے انسان کو نطفہ سے پیدا کیا پھر وہ یکایک کھلم کھلا جھگڑنے لگا اور اسی نے چوپایوں کو بنایا اور ان میں تمہارے جاڑے کا بھی سامان ہے اور بھی بہت سے فائدے ہیں اور ان میں سے کھاتے بھی ہو اور انکی وجہ سے تمہاری رونق بھی ہے جبکہ انکو شام کے وقت لاتے ہو اور جبکہ انکو صبح کے وقت چھوڑ دیتے ہو۔ اور وہ تمہارے بوجھ لاد کر ایسے شہر کو لیجاتے ہیں جہاں تم جان کو بغیر محنت میں ڈالے ہوئے خود بھی نہیں پہونچ سکتے تھے واقعی تمہارا رب بڑی شفقت و رحمت والا ہے اور گھوڑے اور گدھے بھی پیدا کئے تاکہ تم ان پر سوار ہو نیز زینت کے لئے ایسی ایسی چیزیں بناتا ہے جنکی تمہیں خبر نہیں۔

"تخلق مالا تعلمون" میں باری تعالیٰ کی شان خلاقیت کا جلال وجمال قابل غور ہے۔
یہاں قلب متبع کیلئے دعوت اعتقاد ہے کہ جو تمہاری نظر سے اوجھل ہو ضروری نہیں ہے کہ وہ
معدوم ہی ہو۔ وہ کہتا ہے کہ جنات بھی انسانوں کیطرح ایک علیحدہ مخلوق ہیں۔
خلقنا الانسان من صلصال کالفخار وخلقنا الجان من مارج من نار۔ آدمی کو بجنے والی ٹھیکری کیطرح
مٹی سے پیدا کیا اور جنات کو شعلہ والی آگ سے۔ خلقتنی من نار وخلقته من طین
آپنے مجھے آگ سے اور آدم کو مٹی سے پیدا کیا۔ صرف یہی نہیں کہ انسان دنیا میں
ایک مستقل وجود ہے بلکہ قرآن ہمکو یاد دلاتا ہے کہ اسے دوسری مقدس مخلوق پر بھی شرف
وامتیاز دیا گیا ہے۔ اور اوپر یہ واضح کیا جا چکا ہے کہ اس کائنات کے ذرے ذرے پر اسے
محض فضیلت ہی نہیں بلکہ تصرف کا حق بھی حاصل ہے۔ ولقد خلقناکم ثم صورناکم ثم
قلنا للملائکۃ اسجدوا لآدم۔ اعراف ع۔ اور ہم نے تم کو پیدا کیا پھر ہم نے ہی تمہاری
صورت بنائی پھر ہم نے فرشتوں سے فرمایا کہ آدم کو سجدہ کرو۔ ولقد کرمنا بنی آدم وحملناہم
فی البر والبحر ورزقناہم من الطیبات وفضلناہم علی کثیر ممن خلقنا تفضیلا (بنی اسرائیل ع ۵)
اور ہم نے بنی آدم کو بزرگی دی اور ہم نے انھیں خشکی و دریا میں سوار کیا اور نفیس نفیس چیزیں
انھیں عطا فرمائیں اور ہم نے انھیں اپنی بہت سی مخلوق پر فوقیت دی۔

اہتمام رزق

قرآن کا نظریہ ہے کہ نسل انسانی اپنے اسباب معیشت اور سامان راحت کی فراہمی میں
ایک واحد پروردگار کے سوا کسی دوسرے وجود کے منت کش نہیں ہے۔ مخلوقیت کے اعتبار سے
ہر وجود کا تعلق اسی ایک قادر اور توانا سے وابستہ ہے۔ وہی مالک ومختار ہے اور سب کا
کفیل ہے اور اسی نے ہر شئی کو انسان کی نفع مندی کیلئے بنایا ہے۔ جس سے وہ تعاون باہمی

ہے : یہ بھی ممتنع ہو سکتا ہے ۔ ہو الذی خلق لکم ما فی الارض جمیعاً اللہ الذی خلق السموات والارض وانزل لکم من السماء ماءً فاخرج بہ من الثمرات رزقاً لکم وسخر لکم الفلک لتجری فی البحر بامرہ وسخر لکم الانہار وسخر لکم الشمس والقمر دائبین وسخر لکم اللیل والنہار واتاکم من کل ما سألتموہ وان تعدو نعمۃ اللہ لاتحصوہا ان الانسان لظلوم کفار (ابراہیم) اسی نے جو کچھ بھی زمین پر ہے سب تمہارے لئے پیدا کیا ہے ۔ اللہ ایسا ہے کہ جس نے آسمانوں اور زمین کو پیدا کیا اور آسمان سے پانی برسایا پھر اس پانی سے پھلوں کی قسم سے تمہارے لئے رزق پیدا کیا اور تمہارے نفع کیواسطے کشتی کو مسخر کیا کہ وہ خدا کے حکم سے دریا میں چلے اور تمہارے نفع کے واسطے نہروں کو مسخر کیا اور تمہارے نفع کے واسطے سورج اور چاند کو مسخر کیا جو ہمیشہ چلتے ہی رہتے ہیں اور تمہارے نفع کے واسطے رات اور دن کو مسخر کیا اور جو کچھ تم نے مانگا وہ سب تم کو دیا اور اللہ تعالیٰ کی نعمتیں اگر تم شمار کرنے لگو تو شمار میں نہیں لا سکتے سچ یہ ہے کہ آدمی بہت ہی بے انصاف اور بڑا ہی ناشکر گذار ہے کلا لما یقض ما امرہ فلینظر الانسان الیٰ طعامہ انا صببنا الماء صبا ثم شققنا الارض شقا فانبتنا فیہا حباً وعنبا وقضباً وزیتونا ونخلا وحدائق غلباً وفاکہۃ وابا متاعا لکم ولانعامکم (عبس) جو اسے حکم دیا گیا تھا اسے وہ ہرگز نہ بجالایا انسان کو چاہیئے کہ اپنے کھانے کی طرف نظر کرے کہ ہم نے عجیب طور پر پانی برسایا پھر عجیب طور پر زمین کو پھاڑا پھر ہم نے اسمیں غلہ انگور اور ترکاری، زیتون، کھجور اور گنجان باغ اور میوے اور چارا پیدا کیا بعض چیزیں تمہارے اور بعض تمہارے مویشی کے فائدے کیلئے

مقصد تخلیق

ہدایت ربانی اگر انسان کو اسکی تخلیق کا مقصد نہ بتاتی تو تکوین خلق اہتمام ہدایت اور عطاء شرف و امتیاز کی حکایت ناتمام رہجاتی ۔ مقصد حیات اگر موت ہوتا تو نمود عبث تھی

اور اگر اسکی معراج اسی خاکدان تک محدود ہوتی تو معاد کی عظمت شان کا تذکرہ فرما کر اسے کیوں محو تمنا رکھا جاتا مجھے علم نہیں کہ کتب سماویہ کے سوا دوسرے مذاہب اس اہم مسئلہ میں کیا نظریہ رکھتے ہیں رب العالمین تو غافلوں کو اسطرح خطاب فرماتے ہیں۔ افحسبتم انما خلقنٰکم عبثا و انکم الینا لا ترجعون۔ کیا تم اس خیال میں ہو کہ ہمنے تمکو بیکار پیدا کیا ہے اور تمہیں ہمارے پاس لوٹ کر پھر نہیں آنا ہے۔ اس اجمال کی تفصیل بھی خود ہی فرماتے ہیں۔ الذی خلق الموت والحیٰوۃ لیبلوکم ایکم احسن عملاً۔ جس نے موت اور زندگی اسلئے بنائی کہ تمہیں آزمائے کہ تم میں سے کون نیکوکار ہے۔ ساتھ ہی ہدایت ربانی میں انسان کے مقصد حیات کے باب میں بظاہر دو مختلف موثر نظر آتے ہیں۔ لیکن ان میں اس حد تک معنوی ارتباط پایا جاتا ہے کہ ایک دوسرے کیلئے جزو لازمی قرار پاتا ہے

تذلل و استکانت ایک مقام پر ارشاد ہوتا ہے کہ۔ وما خلقت الجن والانس الا لیعبدون۔ میں نے جن و انس کو اس لئے بنایا ہے کہ وہ میری ہی عبادت کریں وھو القاھر فوق عبادہ۔ اور وہی اپنے بندوں پر غالب ہے۔ یہ اور اسی مضمون کی دوسری آیات میں بتایا جاتا ہے کہ معبود برحق صرف ایک خدا ہی ہے وہی قائم اور باقی ہے اور سب فانی ہیں۔ وہ رحمٰن اور رحیم ہونے کے ساتھ ساتھ سب پر غالب ہے اور سب اسکے فرمان بردار اور ادنی غلام ہیں غرض خالقیت و غالبیت اور بقا و کمال کی تمام صفات میں وہی یکتا و یگانہ ہے اور کائنات میں جو بھی ہے اور جو کچھ بھی ہے وہ مخلوقیت اور صفات فنا اور نقص مخلوبیت میں شریک ہیں۔ اس اعتقاد کے راسخ ہونے سے انسان میں صرف خدا کے لئے

تذلل و استکانت کے جذبات نشو و نما پاتے ہیں

استعلا اور تفوق | لیکن جب وہ ان آیات ربانی سے گذرتا ہے

ولقد خلقنٰکم ثم صورنٰکم ثم قلنا للملٰئکۃ اسجدوا لآدم ۔ اور ہم نے تمکو پیدا کیا اور تمہاری
صورت بنائی پھر فرشتوں سے کہا کہ آدم کو سجدہ کرو۔ و لقد کرمنا بنی آدم الخ
اور ہم نے ہی آدم کو بزرگی دی۔ اور سبحان الذی اسری بعبدہ لیلاً من المسجد الحرام
الی المسجد الاقصی الذی بارکنا حولہ۔ پاک ہے وہ ذات جس نے اپنے بندے
کو شب کے وقت مسجد حرام سے (کعبہ) مسجد اقصی جسکے گرداگرد ہم نے برکتیں کر رکھی
ہیں لے گیا۔ اور ثم دنی فتدلی فکان قاب قوسین او ادنی (والنجم) پھر وہ فرشتہ
آپ کے نزدیک آیا پھر اور نزدیک آیا سو دو کمانوں کے برابر فاصلہ رہ گیا بلکہ اور
بھی کم۔ اور ہو الذی خلق لکم ما فی الارض جمیعا۔ وہی پروردگار ہے جسنے زمین
میں جو کچھ بھی ہے تمہارے (نفع کیلئے) پیدا کیا۔ تو شان بندگی اور
معراج عبودیت کے اعتقادی نقوش اس کے دل میں جگہ پا لیتے ہیں۔ اب وہ
وجود کے ایک ایک ذرے حتی کہ روشنی اور تاریکی کو اپنے نفع مندی کیلئے سمجھتا ہے۔ یہاں سے
جذبۂ تفوق کے نمود ہو رہی تھی کہ یہ اعلان ربانی سنکر ہمہ تن مستعد ہو جاتا ہے کہ انسان
کا مقصد وجود و اہتمام رزق اور بخشائشی عقل و ادراک اور تمام شرف و امتیاز کی
غرض و غایت اس منصب جلیل کے ذمہ داری ہے۔ واذ قال ربک للملائکۃ انی
جاعل فی الارض خلیفہ۔ اور جسوقت تمہارے پروردگار نے ارشاد فرمایا فرشتوں
سے حضور میں بنا دینگا زمین میں ایک نائب۔ اور انا عرضنا الامانۃ علی السموات
والارض والجبال فابین ان یحملنھا واشفقن منھا وحملھا الانسان (احزاب آخری)

ہم نے یہ امانت آسمان اور زمین اور پہاڑوں کے سامنے پیش کی تھی انھوں نے اسکی ذمہ داری سے انکار کر دیا اور اس سے ڈر گئے اور انسان نے اسکو اپنے ذمے لے لیا۔ اور کائنات کو ایداع کرنے والے کا یہ فرمان اور یہ دستور اسکی بصیرت کو بیدار کرتے رہتے ہیں۔

وما خلقنا السماء والارض وما بینہما لاعبین۔ لو اردنا ان نتخذ لہواً لاتخذناہ من لدنا ان کنا فاعلین۔ بل نقذف بالحق علی الباطل فیدمغہ فاذا ہو زاہق ولکم الویل مما تصفون۔ اور ہم نے آسمان اور زمین کو اور جو کچھ انکے درمیان میں ہے اسے اس طور پر نہیں بنایا کہ ہم فعل عبث کرنے والے ہوں اگر ہم کو کوئی مشغلہ ہی بنانا ہوتا تو ہم بنا سکتے تھے بلکہ ہم حق کو باطل پر پھینک مارتے ہیں تو وہ باطل کو کچل دیتا ہے اور وہ (باطل) مغلوب ہوکر دفعتاً جاتا رہتا ہے۔ قارئین کرام دین فطرت کے اس کرشمہ پر غور کریں کہ مبدا تذلل واستکانت و استعلاء و تفوق ان دونوں کو ترددن سے انسانی مزاج کو کیسا صحیح اعتدال عطا ہوا ہے۔ اور اسکے قوائے فکریہ و عملیہ کو حفظ امانت ربانی اور نیابت حق کا ایک ایسا جامع مصرف دیا گیا ہے جو اسکی تمام توجہات کو ہر ساعت اپنے طرف مبذول رکھتا ہے۔ اب انسانی فکر اور اسکے کردار کے ہر شعبہ کو اسی سلسلۂ تعمیر اور نیابت ربانی کی ایک کڑی سمجھنا چاہیئے۔ اسی نقطہ سے اس مقصد عظیم کے نگہبانی کیلئے تعیین آئین و ضوابط کے سیکڑوں مباحث شروع ہوتے ہیں۔ اور ہستی کا ایک ایک ذرہ انسان (یعنی ایک نغمہ نواز فطرت) کا منتظر اور محتاج نظر آتا ہے۔

ضرورت ہدایت

خدا کی اس وسیع سرزمین میں پھیلی ہوئی انسانی جماعت کے افکار و کردار میں یہ چار ابواب نمایاں حیثیت رکھتے ہیں۔ عقائد، عبادات، اخلاق، معاملات پہلے دو ابواب میں خالص روحانیت پائی جاتی ہے اور ہم یہ کہہ سکتے ہیں کہ "فطری ضروریات کی طرح ان چاروں بحثوں کو انسانی فکر و وجدان اور عمل میں ایک مستقل مقام حاصل ہے۔" جو یہ کہتا ہے کہ "میں ہر عقیدہ سے برگراں ہوں"۔ اسکے خاصۂ ذہن کیلئے یہ خود ایک مستقر ہے۔ اور جو عبادت کا منکر ہے یا اس سے بیزار ہے وہ روحانیت کے عالم میں نہیں تو مادیت کے عالم میں سے کسی نہ کسی ذات یا شئی کو اپنے وجدان میں جگہ دے چکا ہے۔ غرض انسان کی فکر و وجدان اور باہمی تعامل کے دستوروں میں اگرچہ فروعی اختلاف و تنوع پایا جاتا ہے اور حصول مقصد کیلئے گو راہیں جدا جدا ہی لیکن ضرورت اور مقصد میں سب ایک ہی مرکز پر قائم ہیں۔ لہذا یہ کہنا صحیح ہوگا کہ مذہب دیا ایک نہج کے اختیار) سے کوئی خالی نہیں۔ پھر ہم نے دیکھا ہے کہ اختیار راہ کی آزادی سے انسان نے اپنی ہر ضرورت کے لئے کتنی راہیں اور کتنے دستور اختیار کر لئے ہیں۔ اب یا تو یہ سب راہیں حق ہیں یا باطل یا دونوں میں سے ہر ایک میں حق و باطل کی آمیزش ہے مگر اسکا فیصلہ کون کرے۔ بہر حال اسے سب ہی محسوس کرتے ہیں کہ جس طرح ایک ملک میں ضبط و نظم اور امن و سلامتی قائم کرنے کیلئے ایک ایسے حکمران کی ضرورت ہے جو سب کی بھلائی پیش نظر رکھتے ہوئے تعمیری دستوروں کا نفاذ کرے اسیطرح نوع بشری کے ہر فرد حاکم و محکوم کیلئے ایک ایسے مستحکم قانون اور دستور کی ضرورت ہے جو سب کا مرکز

فکر و عمل رہے۔ مذاہب عالم کا دفتر کھنگالئے اور اقوام کے عروج و زوال کے اسباب پر نظر ڈالئے تو یہ حقائق واضح ہو جائینگے کہ کسی دستور یا مذہب کی حقانیت کا معیار یہ ہونا چاہیئے کہ اسمیں روحانیت اور مادیت کی حادلانہ آمیزش پائی جائے۔ افراط و تفریط کی راہیں اختیار کر کے انسان اپنے مقصد و مرکز سے ہٹ جایا کرتا ہے۔ اسلئے یہ زوال کی راہیں ہیں۔ انسان فرشتہ نہیں ہے کہ محض روحانیت اس کے لئے کافی ہو۔ نہ وہ بہائم ہے کہ صرف مادیت ہی اسکی دنیوی زندگی کا نصب العین ہو کر رہ جائے بلکہ انسانیت کے مقام پر پہنچنے کیلئے انسان کے وجدان کو روحانیت کی نکھری ہوئی اور سیدھی سادی تعلیم کی ضرورت ہے۔ اور زندگی کی ہر راہ اور ہر دور میں اسے ایسے دستور کی حاجت ہے جو روحانیت اور مادیت کے امتزاج سے بنا ہو اور ملکوتیت و بہیمیت کی مخلوقات میں انسانیت کا درجہ علیحدہ اور نمایاں رکھ سکے۔

تعیین راہ: پھر عقلی اور نقلی علوم مباحث میں انسانی عقل کا اعتراف لغزش اور مظاہر کا اختلاف دیکھئے اور دیکھئے کہ ادنے ادنے مسائل میں ہر شخص کا طریق فکر اور مرکز خیال دوسرے سے جداگانہ ہوتا ہے۔ جذبہ عبودیت کو لیجئے کہ اس نے تعیین معبود میں کیسی مختلف راہیں اختیار کر لی ہیں۔ اسیطرح مبدا عالم کے مسئلے میں اختلاف چلا آیا ہے۔ یہیں سے ہم اس نقطہ پر پہنچتے ہیں کہ ہماری قوت مدرکہ کیسی فیصلہ کرنے والے کی طرف سے ایک مقرر شدہ مرکز کی منتظر ہے جہاں نہ تخیل بربادی نہ وجدان بے قرار ہے اور جس نے بنی نوع انسان کو اپنی دوسری مخلوقات پر فضیلت دی ہے اور اسکی عیش و راحت کیلئے سامان مہیا کئے ہیں۔ وہی ایک راستہ مقرر فرما کر تسکین روح اور طمانیت خاطر بھی فرما دے۔ اہدنا الصراط المستقیم

(اے پروردگار) ہمیں سیدھی راہ کی ہدایت دیجئے۔ قرآن مذہب عالم میں وہ پہلا دستور العمل ہے جو افراط و تفریط کی راہوں سے انسان کو بچاتے ہوئے اسکے لئے ایک سیدھا راستہ معین فرماتا ہے۔ فاقم وجھک للدین القیم۔ تم اپنا رخ اس صحیح دین کی طرف رکھو۔ قرآن ہم کو مطلع فرماتا ہے کہ انسان پر رحمت الٰہیہ کا فیضان صرف تخلیق و عطاء شرف و امتیاز و اہتمام رزق ہی پر ختم نہیں ہو جاتا بلکہ انسان کی تخلیق کے ساتھ ہی ساتھ خالق نے اسکے لئے ایک سیدھی راہ کا تعین بھی فرما دیا ہے۔ قلنا اھبطوا منھا جمیعا فاما یاتینکم منی ھدی فمن تبع ھدای فلا خوف علیھم ولا ھم یحزنون۔ ہم نے حکم دیا کہ تم سب کے سب اس بہشت سے نیچے جاؤ پھر اگر تمہارے پاس میری طرف سے کوئی ہدایت آئے تو جو شخص میری اس ہدایت کی پیروی کرے گا تو انپر نہ کوئی اندیشہ ہوگا اور نہ ایسے لوگ غمگین ہونگے۔ یوں تو ہر مذہب کے بانی اپنے مذہب کی استقامت کا دعویٰ کرتے چلے آئے ہیں۔ لیکن کلام ربانی کے ہر ہر پہلو پر غور کرکے پھر اس آیۃ کریمہ کی معنویت ملاحظہ فرمائیے۔

ان ھذا صراطی مستقیما فاتبعوہ ولا تتبعوا السبل فتفرق بکم عن سبیلہ ذلکم وصکم بہ لعلکم تتقون۔ حقیقتاً یہ دین میرا سیدھا راستہ ہے تو اسی راہ پر چلو اور دوسری راہوں پر نہ چلو کہ وہ راہیں تمکو اللہ کی راہ سے جدا کردینگی اللہ تعالیٰ نے اسکا تمکو تاکیدی حکم دیا ہے کہ تم (اس راہ کے خلاف کرنے سے) احتیاط رکھو۔ قرآن کے نظریہ میں جسطرح کئی معبود نہیں ہو سکتے اسی طرح کئی دین نہیں ہو سکتے راہ حق ہمیشہ سے ایک ہی رہی ہے اور ہر امت کو اسی کی تلقین کی گئی۔ اسکے سوا نبی نوع انسان نے جہاں کہیں

بھی اور جب کبھی بھی کوئی دین اپنی طرف سے ایجاد کیا وہ راہ حق واضح ہو جانے کے بعد کیا۔ اور اختلاف مذاہب کا بڑا سبب انکے آپس کی ہٹ اور جماعتی تعصب تھا ورنہ راہ حق ہمیشہ للّہی عصبیت کی طرف دعوت دیتی رہی۔ ارشاد ربانی ہے۔

شرع لکم من الدین ما وصی بہ نوحاً والذی اوحینا الیک وما وصینا بہ ابراہیم وموسیٰ وعیسیٰ ان اقیموا الدین ولا تتفرقوا فیہ۔ کبر علی المشرکین ما تدعوہم الیہ اللہ یجتبی الیہ من یشاء ویھدی الیہ من ینیب اللہ تعالیٰ نے تم لوگوں کے واسطے وہی دین مقرر کیا جسکا اس نے نوح (علیہ السلام) کو حکم دیا تھا اور جسکو ہم نے آپکے پاس وحی کے ذریعہ بھیجا ہے اور جسکا ہم نے ابراہیم اور موسیٰ و عیسیٰ (علیہم السلام) کو (مع ان سب کے اتباع کے) حکم دیا تھا اور (انکی امتوں کو یہ کہا تھا) کہ اسی دین کو قائم رکھنا اور اس میں تفرقہ نہ ڈالنا مشرکین کو وہ بات جسکی طرف آپ انکو بلا رہے ہیں بڑی گران گذرتی ہے اللہ اپنی طرف جسکو چاہے کھینچ لیتا ہے۔ اور جو شخص خدا کی طرف رجوع کرے اسے اپنے تک رسائی دیتا ہے۔

وما تفرقوا الا من بعد ما جاءہم العلم بغیاً بینہم ولولا کلمۃ سبقت من ربک الی اجل مسمی لقضی بینہم وان الذین اورثوا الکتاب من بعدہم لفی شک منہ مریب۔ فلذلک فادع واستقم کما امرت ولا تتبع اہواءہم وقل اٰمنت بما انزل اللہ من کتاب وامرت لاعدل بینکم۔ اللہ ربنا وربکم۔ لنا اعمالنا ولکم اعمالکم لا حجۃ بیننا وبینکم۔ اللہ یجمع بیننا والیہ المصیر۔ (شوریٰ ع ۲) اور وہ لوگ اسکے بعد کہ انکے پاس علم پہنچ چکا تھا محض آپس کی ضد سے باہم متفرق ہو گئے اور اگر آپکے پروردگار کی طرف سے ایک وقت معین تک (کیلئے مہلت دینے کی ایک بات

پہلے قرار نہ پا چکتی تو دنیا ہی میں انکا فیصلہ ہو چکا ہوتا اور جن لوگوں کو انکے بعد کتاب دیگئی ہے (اس سے عہد نبوی کے مشرک مراد ہیں) وہ اسکی طرف سے ایسے (قوی) شک میں پڑے ہیں جس نے (انکو) تردد میں ڈال رکھا ہے تو آپ اسیطرف (انکو برابر) بلاتے جائیے جسطرح آپکو حکم ہوا ہے (اسپر) مستقیم رہئے اور انکی (فاسد) خواہشوں پر نہ چلئے اور آپ کہدیجئے کہ اللہ نے جتنی کتابیں نازل فرمائی ہیں میں سب پر ایمان لاتا ہوں اور مجھکو یہ (بھی) حکم ہوا ہے کہ (اپنے اور) تمہارے درمیان میں عدل رکھوں اللہ ہمارا اور تمہارا دونوں کا مالک ہے ہمارے اعمال ہمارے لئے اور تمہارے عمل تمہارے لئے ہماری تمہاری کچھ بحث نہیں اللہ ہم سبکو جمع کرے گا (اسمیں شک بھی نہیں کہ) اسی کے پاس جانا ہے۔ اسی مضمون کو سورہ بینہ میں یوں ادا کیا گیا ہے۔

لم یکن الذین کفروا من اہل الکتاب والمشرکین منفکین حتی تاتیھم البینۃ جو اہل کتاب اور مشرکوں میں سے (قبل بعثت نبویہ) کافر تھے وہ اپنے کفر سے ہرگز باز آنے والے نہ تھے جب تک انکے پاس واضح دلیل نہ آتی۔ اسی سلسلہ میں ارشاد ہوا کہ قرآن یا آخری صحیفۂ ربانی ان تمام اصول کا مجموعہ بھی ہے جو پچھلی کتابوں میں بیان کئے جاچکے ہیں۔ رسول من اللہ یتلو صحفا مطہرۃ فیہا کتب قیمۃ۔ (یعنی) ایک اللہ کا رسول جو انکو پاک صحیفے پڑھ کر سناتا ہے جس میں صحیح نوشتے (احکام و نصیحتیں) ہیں۔ اور فرمایا گیا کہ دین کے معاملہ میں جماعتی اور نفسانی عصبیت کے زیر اثر اہل کتاب احکام قرآنی سے منکر ہو رہے ہیں اور اس قدیمی ہدایت کی راہ کو انہوں نے باہمی نزاع کیلئے بہانہ بنا رکھا ہے وما تفرق الذین اوتوا الکتاب الا من بعد ما جاءتھم البینۃ۔ جنکو کتاب دیگئی

انہوں نے (محمد صلی اللہ علیہ وسلم) کی نبوت میں اختلاف نہیں کیا مگر (آنحضرت) کی بعثت کے بعد (اختلاف) کیا۔ حالانکہ عقائد توحید بعث ونشر و عبادات میں تمام کتب سماویہ اصولی اعتبار سے بالکل یکساں ہیں۔ وما امروا الا لیعبدوا اللہ مخلصین لہ الدین حنفاء ویقیموا الصلوٰۃ ویوتوا الزکوٰۃ وذٰلک دین القیمہ اور انہیں یہی حکم دیا گیا تھا کہ وہ خالص اللہ تعالیٰ ہی کی عبادت کریں حضرت ابراہیم کے طریقہ پر اور نمازیں قائم کریں زکاتیں دیں اور یہی صحیح راہ ہے

ہدایت ربانی کا تعمیری پہلو

ذات باری نے بنی نوع انسان کیلئے ایک سیدھی راہ مقرر فرماکر ملکوں ملکوں اپنے خاص مبلغ یا پیغمبر بھیجے جو ہر اعتبار سے انسانیت کا اعلیٰ نمونہ اور خدا کے برگزیدہ ترین بندے تھے۔ وہ انسانوں کو انکے مبدأ و معاد کی حقیقت بتاتے تھے اور انکو دنیا کے نشیب وفراز سے آگاہ کرتے تھے۔ انکے مشن کا خلاصہ یہ تھا کہ انسان وجود ربانی اور توحید اور بعث ونشر کے عقائد سے اپنی بلند حقیقت سے آگاہ ہوں اور سب کے سب ایک مافوق الادراک اور منظم اعلیٰ ہستی کے سلسلہ عبودیت میں ارتباط پیدا کریں اور اسطرح اپنے [illegible] اعمال کو نظام تعمیر انسانیت کے مطابق [illegible] بنا لیں۔

وما امروا الا لیعبدوا اللہ مخلصین لہ الدین حنفاء ویقیموا الصلوٰۃ ویوتوا الزکوٰۃ وذٰلک دین القیمہ۔ قرآن کریم میں جذبہ للہیت کی بار بار دعوت دی گئی ہے۔ اسکی تشریح یہ ہے کہ انسان کی تعمیری جدوجہد وہی ہے جس میں سب کے حقوق محفوظ رہیں اور اپنے ساتھ ہی ساتھ سب کی

بھلائی بنیں نظریہ ہے - تجربہ شاہد ہے کہ انسان میں یہ جذبہ اس وقت تک تربیت نہیں پا سکتا جب تک کہ ایک اعلیٰ طاقت اور حقیقت کبریٰ سے اسکے ذہن وجدان وابستہ نہوں - اس تربیت کی بنیاد خدا پر ایمان کامل سے مضبوط ہوتی ہے اور جو کامل مومن ہوں گے وہ صالح اور نکوکار بھی ہونگے کیونکہ انکے قلب و دماغ کا مرکز تعمیر خلق ہے - اس ایمان کا اثر ان کے عمل کے ایک ایک گوشہ پر ہوگا اور اس طرح انکی زندگی اجتماع کیلئے مفید مطلب ہو گی - کامل ایمانداروں کی شان میں ارشاد ہوتا ہے - التائبون العابدون الحامدون السائحون الراکعون الساجدون الامرون بالمعروف والناہون عن المنکر والحافظون لحدود اللہ وبشر المومنین یہ گناہوں سے توبہ کرنے والے اللہ کی عبادت وستائش کرتے روزہ رکھنے والے اور رکوع وسجدہ کرنیوالے نیک باتوں کی تعلیم دینے والے اور بری باتوں سے منع کرنے والے اور اللہ کے احکام کی حفاظت کرنے والے ہیں آپ (محمد صلعم) ایمان والوں کو بشارت دیدیجئے - وسارعوا الی مغفرۃ من ربکم وجنۃ عرضہا السموات والارض اعدت للمتقین الذین ینفقون فی السراء والضراء والکاظمین الغیظ والعافین عن الناس واللہ یحب المحسنین - اپنے رب کی مغفرت کیطرف دوڑو اور اس بہشت کیطرف جسکی وسعت آسمانوں اور زمینوں کے برابر ہے وہ خدا سے ڈرنے والوں کیلئے تیار کیگئی ہے جو فراغت اور تنگی میں خرچ کرتے ہیں اور غصہ ضبط کرنے والے اور لوگوں (کی خطاؤں) کو درگذر کرنے والے ہیں اللہ تعالیٰ ایسے نکوکاروں کو محبوب رکھتا ہے - قرآن کا نظریہ ہے کہ جو مومن نہیں ہونگے ان کا تصور پریشان ہوگا اور تصور کی پریشانی کا اثر ان کے اعمال کے ہر ایک پہلو پر مرتب ہوتا

رہیگا اور وہ محسوس بھی نہیں کرسکیں گے کہ ان کا طلسم تعمیر ٹوٹتا چلا جا رہا ہے۔
الذین ضل سعیھم فی الحیوٰۃ الدنیا وھم یحسبون انھم یحسنون صنعا (کہف)
یہ وہ لوگ ہیں جنکی دنیا میں ساری کی کرائی محنت اکارت ہو گئی اور وہ اسی خیال
میں ہیں کہ وہ اچھا کام کر رہے ہیں۔ انجام کار انکی ساری تمنائیں اور مقاصد کھانے
پینے اور زندگی گذارنے پھر مر جانے تک محدود ہو جائیں گی۔ ارشاد ربانی ہے کہ یہ زندگی
جانوروں کی زندگی ہے۔ اور کفر و انکار کی گذران ہے جس میں نہ خالق پر ایمان ہے
نہ اس کی مخلوق پر رحمت۔ ان اللہ یدخل الذین امنوا وعملوا الصلحت جنت
تجری من تحتھا الانھار والذین کفروا یتمتعون ویاکلون کما تاکل الانعام
والنار مثوی لھم (محمد) بے شک اللہ تعالیٰ انلوگوں کو جو ایمان لائے اور
انہوں نے اچھے کام کئے ایسے باغوں میں داخل کرے گا جنکے نیچے سے نہریں
بہتی ہونگی اور جو لوگ کافر ہیں وہ عیش کر رہے ہیں اور وہ اسطرح کھاتے ہیں
جیسے چوپائے اور جہنم انکا ٹھکانہ ہے۔ آپ پچھلی اقوام کے اعمال و انجام کی ساری
داستان دیکھئے اور انبیاء مرسلین کی تعلیم و ہدایت کے تمام مضامین کا مطالعہ کیجئے
غور کرنے کے بعد اسی نتیجہ پر پہنچیں گے کہ اقوام عاد و ثمود و مدین اور لوط وغیرہ کی تباہی کی
بنا یہی تھی کہ وہ انکار و شرک کیوجہ سے اس ربانی نظام تعمیر سے بھی سرکش اور باغی
تھے۔ یہ ہی وجہ تھی کہ افساد و تخریب اور بد اعمالیوں کی تمام اقسام میں مبتلا ہو گئے
کوئی خدا کے بندوں پر خدائی کا دعوی کرتا اور کوئی دغا بازی بد دیانتی اور ناانصافی
سے خدا کی مخلوق کو ستاتا اور کوئی خدا سے غافل ہو کر فسق و فجور اور بے حیائی
کا آزادانہ ارتکاب کرتا تھا اور اسطرح ہر امت انسانیت سے بہت دور رہ کر اپنے

مرکز اور مقصد سے دور جا پڑی تھی۔ خدا کے رسول سب سے پہلے ان کے فکر و وجدان کو للہیت سے آباد کرنے کی دعوت دیتے تھے اور قلب انسانی میں ذات اعلیٰ و اجل کا ایقان جاگزیں کرکے تعمیر انسانیت کیلئے راستہ صاف کرنا چاہتے تھے قارئین کرام انبیاء جس تعمیر کی طرف انکو بلاتے تھے درحقیقت وہی تعمیر تھی۔ نہ یہ جیسے سرکش اور جبار اقوام چاہتی تھیں کہ انسان تمدن کے ظاہری لوازمات کے بغیر زندہ رہ سکتا ہے اگر دولت کی آغوش میں رہ کر انسانیت کے بغیر ایک تھوڑے عرصہ سے زیادہ زندہ نہیں رہ سکتا۔ ولقد فتنا قبلھم قوم فرعون وجاءھم رسول کریم ان ادوا الی عباد اللہ انی لکم رسول امین وان لا تعلوا علی اللہ انی اتیکم بسلطان مبین۔ (دخان)۔ اور ہم نے ان سے پہلے قوم فرعون کو آزمایا تھا اور وہ آزمائش یہ تھی کہ انکے پاس ایک معزز پیغمبر آئے تھے کہ ان اللہ کے بندوں یعنی بنی اسرائیل کو میرے حوالے کردو میں تمہارے طرف خدا کا فرستادہ دیانتدار ہوکر آیا ہوں اور اور یہ بھی فرمایا کہ تم خدا سے سرکشی نہ کرو میں تمہارے سامنے ایک واضح دلیل نبی نبوت کی پیش کرتا ہوں۔ پھر دیکھئے کہ قوم فرعون ایک متمدن قوم تھی اور نعمت و آسائش میں بسر کرتی تھی۔ لیکن ایک قادر توانا ذات سے غافل ہوکر سوسائٹی کیلئے دبال ہوگئی۔ آخر خدا کا قانون سرگرم عمل ہوا حضرت موسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کو حکم ہوا فدعا ربہ ان ہولاء قوم مجرمون فاسر بعبادی لیلا انکم متبعون۔ واترک البحر رھوا انھم جند مغرقون کم ترکوا من جنات وعیون وزروع ومقام کریم ونعمۃ کانوا فیھا فاکھین۔ کذلک واورثنا ھا قوما آخرین۔ تب موسیٰ نے اپنے رب سے دعا کی کہ یہ بڑے سخت مجرم لوگ ہیں تو (خدا نے فرمایا کہ) میرے بندوں کو تم رات

ہی رات میں لیکر چلے جاؤ تملوگوں کا تعاقب ہوگا اور تم اس دریا کو سکون کی حالت میں چھوڑ دینا انکا سارا لشکر ڈبو یا جائیگا وہ لوگ کتنے ہی باغ، نہریں اور کھیتیاں عمدہ مکانات اور آرام کے سامان جنمیں وہ خوش رہا کرتے تھے چھوڑ گئے یہ قصہ اسی طرح ہوا اور ہم نے ایک دوسری قوم کو انکا وارث بنایا فما بکت علیہم السموٰات والارض وما کانوا منظرین ولقد نجینا بنی اسرائیل من العذاب المھین من فرعون انہ کان عالیاً من المسرفین۔ ولقد اخترناھم علیٰ علم علی العالمین (سورہ دخان) پھر نہ تو آسمان و زمین انپر روئے اور نہ انکو مہلت ہی دی گئی اور ہم نے بنی اسرائیل کو سخت ذلت کے عذاب یعنی فرعون کے ظلم وستم سے نجات دی واقعی وہ بڑا سرکش اور حد عبودیت سے نکل جانے والوں میں سے تھا اور اسکے علاوہ ہم نے بنی اسرائیل کو اپنے علم سے بعض امور میں تمام دنیا جہان دونوں پر فوقیت دی۔ اور النازعات میں ہے اذہب الیٰ فرعون انہ طغیٰ فقل ھل لک الیٰ ان تزکیٰ واھدیک الیٰ ربک فتخشیٰ۔ فاراہ الآیۃ الکبریٰ فکذب وعصیٰ ثم ادبر یسعیٰ فحشر فنادیٰ فقال انا ربکم الاعلیٰ فاخذہ اللہ نکال الاخرۃ والاولیٰ ان فی ذلک لعبرۃ لمن یخشیٰ (النازعات)

تم فرعون کے پاس جاؤ اس نے بڑی سرکشی اختیار کی ہے اور اس سے جاکر کہو کہ کیا تجھکو اس بات کی خواہش ہے کہ تو پاک باز بن جائے اور (نیری اصلاح کی غرض سے) میں تجھکو تیرے رب کیطرف رہنمائی کروں تاکہ تجھے خدا کا خوف پیدا ہو جائے (پھر جب اس نے دلیل ثبوت طلب کی) تو اسکو نبوت کی بڑی نشانی دکھائی مگر فرعون نے ان (نشانیوں) کو جھٹلایا اور انکا کہنا نہ مانا پھر (موسیٰ علیہ السلام)

سے جدا ہو کر) اونکے خلاف کوشش کرنے لگا اور لوگون کو جمع کیا پھر انکے سامنے باآواز بلند کہا کہ میں تمہارا رب اعلیٰ ہون تو اللہ تعالیٰ نے اسکو آخرت اور دنیا کے عذاب میں پکڑ لیا بے شک اس واقعہ میں ایسے شخص کیلئے بڑی عبرت ہے جو اللہ تعالیٰ سے ڈرتے۔ آپنے دیکھا کہ تکبر اور سرکشی مادی اور روحانی دونون عالمون میں فساد اور تباہی کا باعث ہوتی ہے فکر کی ضلالت اور نفس کی سرکشی فرعون کی ساری تخریبی کارروائیون کا اصل سبب تھین ادھر حضرت موسیٰ (علیہ الصلوٰۃ والسلام) "انا ربکم الاعلیٰ" کے جواب میں "ان لا تعلوا علی اللہ" اور "ادوا الی عباد اللہ" پر مصر تھے اور باغون سے پروردگاری کا نشہ اتار کر اللہ کی مخلوق کو انسانی ظلم و استبداد سے نجات دلانا چاہتے تھے۔ قرآن کے نظریہ میں ایک اعلیٰ طاقت اور بلند حقیقت سے غافل ہو کر انسان اور اسکے اعمال تباہی کی طرف رخ پھیر لیتے ہیں۔ اور تباہ کار لوگون کی پہچان یہ ہے۔ قل ہل ننبئکم بالاخسرین اعمالا الذین ضل سعیہم فی الحیوٰۃ الدنیا وہم یحسبون انہم یحسنون صنعا اولئک الذین کفروا بآیات ربہم ولقائہ فحبطت اعمالہم فلا نقیم لہم یوم القیٰمۃ وزنا ذلک جزاؤہم جہنم بما کفروا واتخذوا ایاتی ورسلی ہزوا (کہف) آپ ان سے کہہ دیجئے کہ کیا ہم تم کو ایسے لوگ بتائیں جو اعمال کے اعتبار سے سراسر نقصان میں ہیں یہ وہ لوگ ہیں جنکی دنیا میں کی کرائی محنت اکارت ہو گئی اور وہ اسی خیال میں ہیں کہ وہ اچھا کام کر رہے ہیں، یہ وہ لوگ ہیں جو اپنے پالنے والے کی آیتون کا اور اس سے ملنے کا انکار کر رہے ہین پس اسی لئے انکے سارے کام غارت ہو گئے پس قیامت کے روز ہم انکے نیک اعمال

کا ذرا بھی وزن نہیں قائم کرینگے یہی انکی سزا ہوگی یعنی دوزخ اس سے کہ انھوں نے کفر کیا تھا اور میری آیتوں اور میرے پیغمبروں کا مذاق بنایا تھا۔

انبیاء کرام خالق فطرت کے بھیجے ہوئے آتے تھے اور خالق سے زیادہ اس حقیقت سے باخبر کون ہوگا کہ یہ مدنی الطبع انسان عقل ادراک اور فہم ذکار کا مخزن ہے۔ مادی عالم میں اسکی طبع جولان آسمان فلک کی تابندہ ستارے توڑ لاتی ہے۔ یہ پہاڑوں سے مکان تراش سکتا ہے۔ پانی کی روانی روک سکتا ہے۔ ہواؤں پر پرواز کر سکتا ہے غرض عناصر کے دنیا میں حتی الامکان قوت آزمائی کر سکتا ہے۔ کیونکہ انبیاء کرام نے بھی مبادی علوم وفنون ضمناً سکھائے تھے اور قدرت نے خود انسان کو اختراع کی قوت عطا کر کے میدان علوم وفنون میں آزاد چھوڑ دیا ہے۔ ہاں اگر ہدایت کے خاص انتظام کے بغیر وہ کچھ نہیں کر سکتا ہے تو یہ کہ (۱) اپنے فکر وعمل کو آئین ربانی کے مطابق رکھے۔ (۲) اپنا حقیقی مقام پہچانے۔ اور مادیت کی تعمیر کرتے ہوئے بقائے انسانیت اور حیات جاودانی کے پہلو ہر ساعت پیش نظر رکھے۔ آئین ربانی کے یہ وہ بنیادی علوم ہیں جن میں انسانی جماعت اگر غفلت کر جاتی ہے تو قانون اسباب کی زد میں آکر گرفتار ابتلا ہو جایا کرتی ہے انہی حقائق کو یاد دلانے اور ذہن نشین کرنے کیلئے انبیاء کرام مبعوث ہوئے کہ انسان ترقی وتمدن ہما ہمی میں ہمیشہ انھیں بھول جایا کرتا ہے۔ اور خشک مضامین کہکر ان سے منہ موڑ لیتا ہے۔ ارشاد ہوتا ہے۔ واذکروا اذ جعلکم خلفاء من بعد عاد و بوأکم فی الارض تتخذون من سھولھا قصوراً وتنحتون الجبال بیوتاً فاذکروا الاء اللہ ولا تعثوا فی الارض مفسدین (اعراف) اور تم یہ یاد کرو کہ اللہ تعالیٰ

نے تم کو عاد کے بعد آباد کیا اور تم کو زمین پر رہنے کو ٹھکانا دیا کہ نرم زمین پر محل بناتے
ہو اور پہاڑون کو تراش تراش کر ان مین گھر بناتے ہو پس خدا کی نعمتون کو یاد
کرو اور زمین مین فساد نہ پھیلاؤ۔ حضرت ہود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا
یا قوم استغفروا ربکم ثم توبوا الیہ یرسل السماء علیکم مدرارا ویزدکم قوۃ الی قوتکم
ولا تتولوا مجرمین (ہود) اے میری قوم تم اپنے گناہ (کفر و شرک وغیرہ کی) اپنے
رب سے معافی مانگو پھر ایمان و عمل کی برکت سے) تمکو اور قوت دیگر تمہاری
قوت (موجودہ) مین ترقی دے گا پس ایمان لے آؤ اور مجرم رہکر (ایمان سے)
اعراض نہ کرو۔ اور پھر ارشاد ہوا۔ اتبنون بکل ریع آیۃ تعبثون وتتخذون
مصانع لعلکم تخلدون واذا بطشتم بطشتم جبارین فاتقوا اللہ واطیعون
واتقوا الذی امدکم بما تعلمون۔ امدکم بانعام وبنین وجنات وعیون انی اخاف
علیکم عذاب یوم عظیم۔ کیا تم ہر اونچے مقام پر ایک یادگار بناتے ہو جسکو محض
فضول بنانے ہو اور بڑے بڑے محل بناتے ہو جیسے دنیا مین تمکو ہمیشہ رہنا ہے اور
جب کسی پر دار و گیر کرنے لگتے ہو تو بالکل جابر اور ظالم بنکر دار و گیر کرتے ہو۔
پس تم اللہ سے ڈرو اور میری اطاعت کرو۔ اور اس اللہ سے ڈرو جس نے
ان چیزون سے تمہاری امداد کی جنکو تم جانتے ہو یعنی مویشی بیٹون اور باغون
اور چشمون سے تمہاری امداد کی، مجھکو تمہارے حق مین ایک بڑے سخت دن
کے عذاب کا اندیشہ ہے۔ حضرت شعیب علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا
یا قوم اعبدوا اللہ ما لکم من الہ غیرہ واوفوا الکیل والمیزان ولا تبخسوا الناس اشیاءھم
ولا تفسدوا فی الارض بعد اصلاحہا ذالکم خیر لکم ان کنتم مومنین ولا تقعدوا بکل

بخسوا الناس اشیاءھم ولا تفسدوا فی الارض بعد اصلاحھا ذٰلکم خیر لکم ان کنتم مؤمنین ولا تقعدوا بکل صراط توعدون وتصدون عن سبیل اللہ من اٰمن بہ وتبغونھا عوجا واذکروا اذ کنتم قلیلا فکثرکم وانظروا کیف کان عاقبۃ المفسدین (اعراف)

اے میری قوم، اللہ کی عبادت کرو اسکے سوا کوئی تمہارا معبود نہیں تمہارے پاس تمہارے پروردگار کیطرف سے واضح دلیل آچکی ہے تو، تم ناپ اور تول پوری پوری کیا کرو اور لوگوں کا انکی چیزوں میں نقصان نہ کیا کرو، روئے زمین میں اسکی اصلاح کے بعد فساد نہ پھیلاؤ، یہی ہیں تہاری بھلائی ہے اگر تم ایمان والے ہو، تم سڑکوں پر اس غرض سے نہ بیٹھا کرو کہ اللہ پر ایمان لانے والوں کو دھمکیاں دو، اور اللہ کی راہ سے روکو اور اسمیں کجی کی تلاش میں لگے رہو، اس حالت کو یاد کرو جبکہ تم کم تھے پھر اللہ تعالیٰ نے تم کو زیادہ کردیا اور دیکھو کہ مفسدوں کا کیسا انجام ہوا غور فرمایئے یہ نہیں کہا کہ تم نعمت و آسائش سے متمتع نہ ہو کیونکہ خدا کے کلام میں کہیں تناقض و اختلاف نہیں ہے دنیا کے خزانے جب انسان کیلئے خدا کی طرف سے کھولدیئے گئے ہیں تو انبیاء ربانی ان نعمتوں سے بہرہ اندوز ہونے سے کیونکر منع کرسکتے تھے بلکہ ارشاد ہوا تو یہی کہ جو چیزیں تمہیں عطا ہوئی ہیں، فطرت کا جسقدر زیبائش و جمال تہارے لئے اتارا گیا ہے اس سے جائز حد تک فائدہ اٹھاؤ۔ خالق کے فیض عمیم کو اپنے ہی ذات تک محدود کرکے اسکی وسعت کو تنگی کا الزام نہ دو تعمیر کرو تخریب کے درپئے نہ ہو۔ فاذکروا اٰلاء اللہ ولا تعثوا فی الارض مفسدین۔ اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کو یاد کرو اور زمین میں فساد نہ پھیلاتے پھرو۔ خالق فطرت نے انبیاء کو بھیجا تاکہ وہ سننے والوں کو سنادیں کہ افساد و اسراف بگاڑنے کے مرادف ہے یہ کیا ہے کہ قدرت بنانے کا حکم دیتی ہے

اور تم بگاڑنے پھرتے ہو صرف یہی نہیں کہ تم نہ بگاڑو بلکہ بگاڑنے والوں کا ساتھ بھی نہ دو۔ حضرت صالح علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا ۔ ولا تطیعوا امر المسرفین الذین یفسدون فی الارض ولا یصلحون (شعراء) تم ان حدود سے نکل جانے والوں کا کہنا نہ مانو جو سرزمین میں فساد کیا کرتے ہیں اور کبھی اصلاح نہیں کرتے ہدایت ربانی نے جسطرح زمین میں فساد پھیلانے والی اقوام کو ایک ایسی ہستی سے ڈرایا جو سب پر غالب ہے اور انہیں نکوکار انسان بننے کی دعوت دی اسیطرح ذلت اور پستی میں گھری ہوئی اقوام کے وجدان و افکار میں خدا کی عظمت اور محبت کا اعتقاد بٹھا کر انہیں صالح فکر اور صالح عمل شخصیت بننے کی ترغیب دی اور اس طرح ایک سرکش اور مفسد قوم کو راہ راست پر لا کر اور مظلوم و مقہور امت کو احساس عزت دلا کر دونوں افراط و تفریط میں مبتلا اقوام کو انسانیت کے اسٹیج پر کھڑا ہونے کے قابل بنایا حضرت موسیٰ علیہ الصلواۃ والسلام، اسرائیلیوں کو کوئی بھولی ہوئی حقیقت یاد دلاتے ہیں اور انکے چہرے کو ذلت و رسوائی کے گرد و غبار سے صاف کرتے ہوئے فرماتے ہیں :۔ واذ قال موسیٰ لقومہ یا قوم اذکروا نعمۃ اللہ علیکم اذ جعل فیکم انبیا وجعلکم ملوکاً و اتٰکم ما لم یوت احداً من العالمین ۔ یا قوم ادخلوا الارض المقدسۃ التی کتب اللہ لکم ولا ترتدوا علیٰ ادبارکم فتنقلبوا خاسرین ۔

اور وہ وقت بھی ذکر کے قابل ہے جب موسیٰ علیہ السلام نے اپنی قوم سے فرمایا کہ اے میری قوم تم اللہ تعالیٰ کے انعام کو جو تم پر ہوا ہے یاد کرو اور تم کو وہ چیزیں دیں جو دنیا جہان والوں میں سے کسی کو نہیں دیں اے میری قوم اس متبرک ملک میں داخل ہو جسکو اللہ تعالیٰ نے تمہارے حصے میں لکھدیا ہے اور پیچھے واپس

مت چلو کہ پھر بالکل خسارہ میں پڑ جاؤ گے مقطع آیت کس قدر پر معنی ہے۔
لیکن اس مقہور اور مغلوب فرقے نے آخر وہی جواب دیا جسکے سوا کچھ سوچ ہی نہیں سکتا تھا
قالوا یا موسیٰ ان فیھا قوما جبارین وانا لن ندخلھا حتی یخرجو منھا فان یخرجو منھا
فانا داخلون۔ کہنے لگے اے موسیٰ وہاں تو بڑے بڑے زبردست آدمی ہیں اور
ہم تو وہاں ہرگز قدم نہ رکھینگے جب تک کہ وہ وہاں سے نہ نکل جائیں ہاں اگر وہ
وہاں سے کہیں اور چلے جائیں تو ہم بیشک جانے کو تیار ہیں۔ قال رجلان
من الذین یخافون انعم اللہ علیھما ادخلوا علیھم الباب فاذا دخلتموہ فانکم
غالبون وعلی اللہ فتوکلوا ان کنتم مومنین قالوا یا موسیٰ انا لن ندخلھا ابدا ما داموا
فیھا فاذھب انت وربک فقاتلا انا ھھنا قاعدون۔ ان دو شخصوں نے
جو کہ ڈرنے والوں میں سے تھے جن پر اللہ تعالیٰ نے فضل کیا تھا کہا کہ تم ان پر
دروازے تک تو چلو پھر تم جیسے ہی دروازے میں قدم رکھو گے ویسے ہی
غالب آجاؤ گے اور اللہ ہی پر بھروسہ رکھو اگر تم ایمان والے ہو۔ کہنے لگے اے
موسیٰ جب تک وہ لوگ وہاں موجود ہیں ہم ہرگز وہاں قدم نہ رکھیں گے تو آپ
اور آپ کے اللہ میاں چلے جائیے اور دونوں لڑ بھڑ لیجئے ہم تو یہاں سے سرکتے نہیں
حضرت موسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کو انکی یہ پستی اخلاق و کردار ناگوار ہوئی تو
عرض کیا۔ قال رب انی لا املک الا نفسی واخی فافرق بیننا وبین القوم
الفاسقین۔ موسیٰ علیہ السلام دعا کرنے لگے اے میرے پروردگار میں اپنی
جان اور اپنے بھائی پر البتہ اختیار رکھتا ہوں پس آپ ہم دونوں کے اور
اس نافرمان قوم کے درمیان فیصلہ فرما دیجئے۔ فرمان ربانی نازل ہوا۔

قال فانھا محرمۃ علیہم اربعین سنۃ یتیھون فی الارض فلا تاس علی القوم الفاسقین۔ ارشاد ہوا کہ ــــ تو یہ ملک انکے ہاتھ چالیس برس تک نہ لگے گا (اور وہ) یونہی زمین میں سر مارتے پھرینگے پس آپ اس بے حکم قوم پر غم نہ کیجئے۔ حقیقت یہ ہے کہ فرعون کے ظلم و استبداد نے بنی اسرائیل کے دلونمیں ذلت و رسوائی کا دائمی اعتقاد بٹھا دیا تھا اسلئے ضروری تھا کہ انہیں حریت کی فضا میں رکھا جائے تاکہ وہ نسل فنا ہو کر دوسری نسل نمودار ہو جو حریت کی فضا میں آنکھ کھول چکی ہو۔ علامہ ابن خلدون نے اپنے مقدمہ میں یہ نکتہ بیان کیا ہے کہ علماء اجتماع کا یہ نظریہ ہے کہ ایک قوم کی علمی تربیت کیلئے پندرہ سال کافی ہیں لیکن اسکی اخلاقی تربیت کیلئے چالیس سال درکار ہیں

قرآن کریم اور غلامی !! کسی ناتوان بیمار کو صحت سے قریب کرنے کیلئے ایک طبیب دو باتوں کا لحاظ ضرور رکھتا ہے ایک یہ کہ مریض کے جسم میں جتنی مقوی غذا یا دوا استعمال کرنے کی برداشت ہو اس سے زیادہ طاقت کی غذا یا دوا نہ دیجائے دوسرے یہ کہ رفتہ رفتہ اس کے مرض اور علت کا ازالہ بھی ہوتا رہے اسی طرح ایک ماہر اجتماع کسی بے راہ اور ناشائستہ قوم کو اعتدال اور شائستگی کے مقام پر لانے کے سلسلہ میں یہی مشورہ دے گا کہ اس کو تعلیم اور اعلیٰ تربیت کے ذریعہ شائستہ اور مہذب بنایا جائے۔ آزادی محض پہانہ سے زیادہ قریب ہے دنیا میں آزادی اور حکومت اسی فرد و قوم کا حق رہا ہے جو تعمیری ضوابط کی زیادہ سے زیادہ پابند ہو۔ آیئے اب اس نباض فطرت مذہب اسلام کے تعمیری اصولوں پر ایک دوسرے پہلو سے نظر ڈالیں اس نے دنیا کی قدیم رسم غلامی کو یہ کہکر نہیں مٹا پاکر جاؤ تم سب آزاد ہو

مگر عملاً استعماری مقاصد کی تکمیل کرتے ہوئے تاریخ عالم میں اپنا یہ حیرت انگیز
کارنامہ دکھا دیا کہ کلچر اور تہذیب و شائستگی سے نا آشنا اور ذلیل و درماندہ جماعت
کو اپنے داخلی مجلسی مذہبی حقوق دیکر انہیں اسلام کے بے نظیر معاشرتی و مذہبی و تمدنی
اور سیاسی حلقوں میں اعلیٰ تعلیم و تربیت حاصل کرنے کیلئے آزاد چھوڑ دیا۔ غور
فرمائیے کہ اگر مغلوب جماعت کے افراد کو دیکھنے کے بعد مصلحت نبوی کا فیصلہ ہوا کہ انکی
سرپرستی میں لے لیا جائے) اگر انہیں ایک دم آزاد کر دیا جاتا تو وہ پھر اسی
جاہلی عصبیت اور جاہلی اعمال و اطوار پر بدستور قائم رہتے اور اگر انکی تعلیم و
تربیت کا علاوہ انتظام کیا جاتا تو ایک طرف خود انکے اخلاق میں اسلامی تعلیم کے
عناصر بخوبی شامل نہیں ہو سکتے تھے دوسرے کل عالم کو جو مساوات کی تعلیم دی جا رہی
تھی اسکی عملی تربیت کے ذرائع محدود بلکہ غالباً مفقود ہی رہتے اسلئے اسلام
کے استعماری سیاست اسکی مقتضی ہوئی کہ انکے اخلاق اور کردار کو انوار نبوت
سے بلاواسطہ روشنی پہنچائی جائے۔ ہدایت ربانی اور تربیت نبوی نے مغلوب
جماعت کے نو واردین کیلئے فیض تعلیم و تربیت کے وسیع ذرائع فراہم کئے ساتھ
ہی انکے حقوق کی کامل نگہداشت فرمائی اور رفتہ رفتہ انہیں آزاد زندگی
بسر کرنے کے قابل بنا دیا۔ حکمت الٰہیہ نے ضابطے ہی کچھ ایسے مقرر فرمائے کہ دنیا
کے ذہن میں غلامی کا جو مفہوم تھا وہ ہمیشہ کیلئے ختم ہو جائے۔ جسے ہم اور آپ
غلامی کہتے ہیں اسلام میں دوستی اور بھائی بندی کا رشتہ سمجھا جاتا تھا کیونکہ قرآن
کے نزدیک جنسی اعتبار سے پوری انسانی جماعت ایک ہی درجہ رکھتی ہے
میرا یہ دعویٰ دین رحمت کے تعمیری دلائل پر مبنی ہے۔ وہ یہ ہیں کہ تقویٰ کا

نصب العین ہمارے اور آپکے لفظ تہذیب اور تمدن کے مفہوم سے کہین زیادہ
بلند اور بہتر ہے پھر یہ ہی ہے کہ - یا ایھا الناس انا جعلنا کم شعوبا و قبائل
لتعارفوا ان اکرمکم عند اللہ اتقکم الآیۃ - اے لوگو! ہم نے تمکو ایک مرد اور
ایک عورت سے پیدا کیا ہے اور تم کو مختلف قومیں اور مختلف خاندان بنایا
تاکہ ایک دوسرے کو شناخت کر سکو اللہ کے نزدیک تم سب میں بڑا اشریف
وہ ہی ہے جو سب سے زیادہ پرہیزگار ہو - لا فضل لعربی علی عجمی الا بالتقویٰ
اور فرمان نبی کریم علیہ السلام) کسی عربی کو کسی عجمی پر فضیلت نہیں ہے ،
فضیلت تو صرف پرہیزگاری سے ہوتی ہے اس تعلیم نے مشرق اور مغرب اور
شمال وجنوب کی طنابیں کھینچکر سب خدا کی زمین میں بسنے والوں کو تقویٰ
کی ترغیب دیکر ان کے سامنے فضیلت کا ایک بلند ترین معیار پیش کیا ہے۔

یہ ہی مقصود فطرت ہے یہ ہی رمز مسلمانی - اخوت کی جہانگیری محبت کی فراوانی۔
بتان رنگ و بو کو توڑ کر ملت میں گم ہوجا - نہ تورانی رہے باقی نہ ایرانی نہ افغانی (اقبال)

رحمۃ للعالمین جب اس درماندہ اور نامہذب طبقہ کے افراد کو خدا سے ڈرنے والوں
کی سرپرستی میں دیتے تھے تو مندرجہ ذیل قواعد اور ضوابط کے ذریعہ انہیں آزادی
کے لائق بھر آزاد رہنے کا انتظام فرماتے تھے - (۱) غلامون کو مارپیٹا نہ جائے۔
الا انبئکم بشرارکم من یاکل وحدہ ویجلد عبدہ ویمنع رفدہ - کیا میں تمہیں
نہ بتاؤں کہ تم میں بدترین (شخص) کون ہے، وہ بدترین ہے جو تنہا کھاتا
ہے - اور اپنے غلام کو کوڑے لگاتا ہے - اور اسے اسکا حق نہین دیتا -
صحیح مسلم میں ہے کہ حضرت ابو مسعود انصاری رضی اللہ عنہ اپنے غلام کو

مار رہے تھے انہوں نے سنا کہ پیچھے کوئی کہہ رہا ہے "خدا تم پر اس سے کہیں زیادہ قدرت رکھتا ہے" پیچھے مڑ کر دیکھا تو رحمۃ للعالمین صلی اللہ علیہ وسلم کھڑے تھے فوراً حضرت مسعود رضی اللہ عنہ نے عرض کیا کہ (حضور) "یہ اللہ کی راہ میں آزاد ہے" فرمایا کہ "اگر تم اسے آزاد نہ کرتے تو جہنم کی آگ تمہیں جھلس ڈالتی"۔

(۲) اسلام میں غلام کو مارنے کا کفارہ یہ ہے کہ اُسے آزاد کر دیا جائے۔ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں انی سمعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یقول من لطم مملوکہ او ضربہ فکفارتہ ان یعتقہ۔ صحیح مسلم باب صحبۃ المما لیک

میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے۔ آپ فرماتے تھے کہ جو اپنے مملوک کو مارے یا اسے طمانچہ لگائے تو اسکا کفارہ یہ ہے کہ اسے آزاد کر دے۔

(۳) انپر لعنت نہ کیجائے۔ حضرت ام الدرداء صحابیہ رضی اللہ عنہا عبد الملک بن مروان خلیفہ کے محل میں مقیم تھیں ایک رات سنا کہ عبد الملک اپنے غلام کو لعنت کر رہے ہیں صبح اٹھکر اسے فرمایا کہ "رات کو تم نے اپنے غلام پر لعنت کی ارشاد نبوی ہے کہ جو لعنت کرتا ہے خدا اسکی شفاعت قبول نہیں فرماتا"[1]

(۴) آقا جو خود کھائیں وہی اپنے غلام کو بھی کھلائیں اور جو خود پہنے وہ انہیں پہنائیں۔ صحیح بخاری میں ہے۔ من کان اخوہ تحت یدیہ فلیطعمہ مما یاکل ولیلبسہ مما یلبس۔ جس شخص کا بھائی اسکا ماتحت ہو تو وہ اسے وہی کھلائے جو وہ کھاتا ہے اور وہی پہنائے جو خود پہنتا ہے۔

(۵) ان سے انکی طاقت سے زیادہ کام نہ لیا جائے اور اگر کوئی سخت کام ہو تو آقا اس کام میں خود بھی شریک ہو جائے صحیح مسلم میں ہے۔

[1] اسوۂ صحابیہ بحوالہ اسد الغابہ

للمملوک طعامہ وکسوتہ ولا یکلف من العمل الا ما یطیق۔ فان کلفہ ما یغلبہ فلیعنہ علیہ
کھانا اور کپڑا مملوک کا حق ہے کام اس سے اتنا ہی لیا جائے جتنی اس میں طاقت
ہو اور اگر اس سے اسکی طاقت سے زیادہ کام لیتا ہو تو اس کام میں خود بھی اسکی
امداد کرے۔ (۶) کسیکو ذات پات کا طعنہ نہ دیا جائے۔ امہات المومنین
میں حضرت زینب نے حضرت ام المومنین صفیہ رضی اللہ عنہا کو یہودیہ کہا تو
آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت زینب سے ایک عرصہ تک بات نہیں کی (ابوداؤد)
(۷) انھیں عفیف اور پاک دامن رکھا جائے۔ عبداللہ بن ابی بن سلول
اپنی لونڈی کے ذریعہ سے حرام معاش حاصل کرتا تھا اسپر یہ آیت نازل ہوئی
ولا تکرھوا فتیاتکم علی البغاء ان اردن تحصنا لتبتغوا عرض الحیاۃ الدنیا۔
صحیح مسلم میں ارشاد حضور اقدس علیہ الصلوۃ والسلام یہ ہے کہ جس نے اپنی لونڈی
کو آزاد کرکے اس سے نکاح کر لیا اسکیلئے دوہرا اجر ہے۔
(۸) جو غلام صالح اپنی کمائی سے اپنی آزادی کی رقم ادا کرے اسے آزاد کر دیا جائے
اسکو شریعت کی اصطلاح میں مکاتبت کہتے ہیں۔) والذین یبتغون الکتاب
مما ملکت ایمانکم فکاتبوھم ان علمتم فیہم خیراً۔ تمہارے غلاموں میں سے جو
مکاتب ہونے کے خواہاں ہوں تو اگر انمیں تم بہتری کے آثار پاؤ تو بہتر ہے کہ انہیں مکاتب
بنا دو۔ صحیح بخاری میں ہے کہ سیرین نامی ایک غلام نے اپنے مالدار آقا سے مکاتبت کی
درخواست کی اس نے نامنظور کیا سیرین نے عدالت فاروقی میں شکایت کر دی امیر المومنین حضرت عمر فاروق
رضی اللہ عنہ نے اس آقا کو بلوایا کہ اسکی درخواست منظور کرو اس نے جب انکار کیا تو کوڑا لیکر اٹھے اور مارا تے ہوئے
یہ آیت شریف تلاوت فرمائی "فکاتبوھم ان علمتم فیہم خیرا"

اس طرح بلا روپیہ خرچ کئے ہوئے اس بیکس کی دادرسی ہوئی اور سیرین کی گردن قید غلامی سے ہمیشہ کیلئے آزاد ہوگئی - (آج اکثر شہروں کے مسلمان لے پالک بچوں کو پرورش کرنے کے احسان میں انھیں چھوکرا اور چھوکری کہکر انہیں غلام سمجھتے ہیں ایک طرف اگر انہیں کھلاتے پلاتے ہیں تو دوسری طرف انکی تحقیر و توہین میں کوئی دقیقہ نہیں اٹھا رکھتے - بخدا انہیں ذرہ برابر یہ حق نہیں پہنچتا کہ اپنا احسان جتاتے ہوئے - ان آزادوں کے ساتھ ایسا برتاؤ کریں جیسے اسلام نے غلاموں کیلئے بھی روا نہین رکھا ہے -) (۹) قرآن کریم نے بعض گناہوں کا کفارہ غلام آزاد کرنا مقرر فرمایا ہے اور غلام نہ ہونے کی صورت میں روزہ وغیرہ کو کفارہ قرار دیا قسم کے بارے میں ارشاد ہے - فکفارتہ اطعام عشرۃ مساکین من اوسط ما تطعمون اہلیکم او کسوتہم او تحریر رقبۃ الخ (المائدہ) (قسم منعقدہ کو توڑنے کا) کفارہ دس مسکینوں کو اوسط درجہ کا کھانا کھلانا ہے جیسا کہ تم اپنے اہل وعیال کو کھلاتے ہو یا انکو کپڑے پہنا دینا، یا ایک غلام آزاد کرنا الخ (ظہار کا کفارہ) والذین یظاہرون من نسائہم ثم یعودون لما قالوا فتحریر رقبۃ الخ (مجادلہ) جو لوگ اپنی بیویوں سے ظہار کرتے ہیں اور (پھر جس کے نہ کرنے کا عہد کر چکے تھے) وہی کرتے ہیں تو انہیں ایک غلام آزاد کرنا چاہئے - الخ

(قتل بلا عمد کا کفارہ) ومن قتل مومنا خطأً فتحریر رقبۃ مومنۃ الخ - جس نے دھوکے سے کسی مسلمان کو قتل کر دیا اسپر ایک مومن کی گردن خلاصی (کفارہ میں) لازم آئی الخ - (۱۰) مذکوۃ میں سے ایک رقم غلام آزاد کرنے کے لئے خاص کردی گئی - انما الصدقات للفقراء والمساکین

والعاملین علیھا والمؤلفۃ قلوبھم وفی الرقاب۔ الخ۔ صدقات کی رقم محتاجوں
اور مسکینوں کیلئے اور زکواۃ کے تحصیل داروں کیلئے ہے نیز اسلام کیطرف
مائل کرنے کیلئے اور غلام آزاد کرنے کیلئے۔ الخ (۱) غلام آزاد کرنے کو نجات
اخروی اور اجر جزیل کا ذریعہ بنایا ہے۔ فلا اقتحم العقبۃ وما ادراک ما العقبہ
فک رقبۃ۔ الخ۔ وہ شخص دین کی گھاٹی میں سے ہوکر کیوں نہ نکلا اور تم کیا
جانو کہ دین کی گھاٹی میں سے ہوکر نکلنا کیا ہے وہ غلام آزاد کرنا یا فاقے
کے دن کسی رشتہ دار یتیم کو کھانا کھلانا۔ الخ۔ حدیث شریف میں ہے کہ
جو ایک غلام آزاد کریگا تو غلام کے ہر عضو کے بدلہ میں آزاد کرنے والے کا ہر
عضو آگ سے نجات پائے گا۔ (صحیح مسلم) ایک شخص نے آنحضرت علیہ الصلوٰۃ
والسلام سے عرض کیا "علمنی عملا یدخلنی الجنۃ قال لئن اقصرت الخطبۃ
لقد اعرضت المسئلہ اعتق النسمۃ وفک الرقبۃ۔ کوئی ایسا کام بتایئے جو مجھے
جنت کا مستحق کردے فرمایا اگر تم نے خطاب مختصر کیا ہے لیکن سوال نہایت
وسیع ہے غلام آزاد کرو اور آزاد کرنے میں مدد دو۔
اس تعلیم و ترغیب کے اثر سے صدہا غلام اور لونڈیاں غیر معمولی سرعت کے ساتھ
آزاد ہوتی رہتی تھیں۔ اب کیا یہ کہنا صحیح نہ ہوگا کہ اس وقت جب وہ مذہب اسلام
سے بخوبی واقف ہوجاتے ہوں گے۔ (۱۲) بہت ممکن تھا کہ ہمارا موجودہ اصول
اور طریق زندگی دین رحمت کے اس زرین دور کا نقشہ دنیا کی آنکھوں سے اوجھل
رکھتا لیکن علم و بصیرت کی امداد سے ہم اب بھی عہد نبوی کا فیضان رحمت
نظر کے سامنے رکھ سکتے ہیں۔ قارئین کرام اس دین کی جامعیت اور انسانیت نوازی کی

ایک دلیل یہ بھی ہے کہ آپ کا ہیشوا رفیق اعلیٰ اختیار کرتے ہوئے یہ وصیت کر جاتا ہے کہ "الصلوٰۃ و ما ملکت ایمانکم (مسلمانو! نماز اور لونڈی غلاموں کے حقوق) ان تعمیری احکام کا اثر یہ ہوا کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی صحبت درحقیقت تعلیم و تربیت کے خدائی حلقے تھے۔ ان کے سینے خلق خدا کی خدمت کیلئے کشادہ تھے اور وہ ٹھوس تعمیری امور انجام دیتے تھے۔ اب ہم اختصار کو مدنظر رکھتے ہوئے چند تاریخی حقائق نقل کرتے ہیں جن سے یہ معلوم ہو گا کہ تمام عالم کے درماندہ طبقۂ غلامان نے پیروان اسلام کے بھائی۔ دوست اور سردار و محبوب بن کر تربیت حاصل کی۔ آزادی سے ہم کنار ہوئے اور اعلیٰ مراتب پر فائز ہوئے۔

مذہبی اور علمی مراتب حضرت بلال رضی اللہ عنہ جب اذان دیکر خدا کی طرف بلاتے تھے تو بڑے بڑے سردار اور خود حضور اقدس علیہ الصلوٰۃ و السلام ایک جگہ اکٹھا ہو جاتے اور آقا و غلام ایک ساتھ اللہ کے سامنے سر جھکاتے تھے

حضرت نافع مولیٰ ابن عمر رضی اللہ عنہم صاحب روایت تھے اور ابن عمر رضی اللہ عنہما سے آپکی بکثرت روایات پائی جاتی ہیں۔ نقادین حدیث کی نظر میں انکی روایات عظیم الشان مرتبہ رکھتی ہیں۔ امام شافعی رحمہ اللہ حضرت نافع سے بواسطہ امام مالک رح جو روایت کرتے ہیں اُسے محدثین کرام سلسلۃ الذہب (سنہری کڑیاں) کہتے ہیں۔ المبارکہ مولیٰ عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ بھی

لہ لغت عربی میں مولیٰ کے معنے دوست، چچا زاد بھائی اور سردار کے ہیں آزاد کردہ غلام کیلئے بھی یہی لفظ استعمال کیا جاتا ہے حضرت نافع رضی اللہ عنہ حضرت ابن عمر کے آزاد کردہ تھے۔

صاحب روایت بزرگ گذرے ہیں۔ مسلم بن یسار مولی ابی طلحہ رضی اللہ عنہما اپنے زمانے میں علم وفضل کے اعتبار سے اپنا ثانی نہیں رکھتے تھے۔ ابو نعیم الفضل بن دکین بن حماد المحدث آپ حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ کے مولی (آزاد کردہ) تھے اور حضرت اعمش اور حضرت ثوری رحمہما اللہ سے روایت کرتے تھے اور مشہور محدث گذرے ہیں۔ عطا بن یسار ام المومنین حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا کے مولی تھے ان کے بیٹے عطا اور سلیمان اور مسلم وعبدالملک یہ چاروں فقیہ گذرے ہیں۔ مالک بن دینار (کنیت ابو یحیی) بنی سامہ بن لوئی کے مولی تھے یہ مصاحف نویس بزرگ گذرے ہیں۔ عبدالعزیز بن صہیب مملوک تھے۔ قاضی ایاس بن معاویہ نے تنہا انکی شہادت کو مقبول قرار دیا۔ لیث بن ابی عنبسہ حضرت ابوسفیان کے مولی تھے بڑے متقی بزرگ تھے جامعہ مسجد کوفہ میں مشغول عبادت رہتے تھے۔ عباد بن ابی صالح اور سہیل بن ابی صالح۔ یہ دونوں صاحب روایت بزرگ تھے ان کے والد صالح السمان بنی قیس کی ایک خاتون کے مولی تھے۔ حمید الطویل طلحہ۔ الطلحات الخزاعی کے مولی تھے۔ اصمعی ایاس بن معاویہ کا قول نقل کرتے ہیں کہ حمید الطویل کی مثال کھجور کے درخت کی سی ہے کہ اس سے سب ہی نفعمند ہوتے ہیں۔ محمد بن الحسن الفقیہ یہ بزرگ بنی شیبان کے مولی تھے انہوں نے امام اوزاعی اور امام ثوری اور مسعر ومالک بن مغول وعمر رحمہم اللہ جیسے بلند پایہ محدثین سے حدیث سنی اور امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کی صحبت اختیار کر کے فقہ میں عام شہرت حاصل کر لی۔ خلیفہ ہارون رشید نے انہیں رقہ کا قاضی مقرر فرمایا۔[۱]

[۱] ان تمام بزرگوں کے اسماء وغیرہ معارف ابن قتیبہ سے ترجمہ کئے گئے ہیں۔

مجلسی مراتب اور برادرانہ برتاؤ | ایک بار حضرت علی بن ابی طالب کرم اللہ وجہہ نے گاڑھے کی دو قمیصیں خریدیں ساتھ میں انکا غلام بھی تھا بولے آپ میں سے جو تمہیں پسند ہو لیلو۔ اس نے ایک لیلی [۱] صحیح مسلم میں ہے کہ حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ اور انکا غلام دونوں ایک طرح کے کپڑے پہنے ہوئے تھے۔ اسکا سبب دریافت کیا گیا تو فرمایا کہ میں نے ایک مرتبہ غلام کو گالی دی تھی تو حضور اقدس علیہ الصلوٰۃ و السلام نے فرمایا "ابوذر تم میں ابھی تک جاہلیت کا اثر باقی ہے۔ یہ تمہارے بھائی ہیں انہیں خدا نے تمہارے ہاتھ میں دیا ہے۔ جسکا بھائی اسکے ہاتھ میں ہو اسے چاہیئے کہ جو خود کھائے پیئے وہی اسے بھی کھلائے پلائے" خباب بن ارت رضی اللہ عنہ کو حضرت عمر رضی اللہ نے اپنی نشست گاہ پر بٹھاتے ہوئے فرمایا ایک اور شخص بھی ہے جو اس جگہ کا مستحق ہے پوچھا گیا وہ کون؟ فرمایا بلال صحیح مسلم باب فضائل سلمان و بلال و صہیب رضی اللہ عنہم) میں روایت ہے کہ حضرت ابوسفین بعض دوسرے صحابہ کے ساتھ حضرت سلمان و بلال و صہیب رضی اللہ عنہم کے پاس آئے ان لوگوں نے فرمایا کہ اللہ کی تلواروں نے دشمنوں میں کوئی نمایاں کام نہیں کیا۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ بولے کہ تم شیخ قریش اور اُن کے سردار (ابوسفین) سے ایسا کہتے ہو۔ واپس ہوکر حضور اقدس کو اسکی خبر دی آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ابوبکر شاید تم نے اُن لوگوں کو ناراض کر دیا۔ اگر واقعی تم نے ایسا کیا ہے تو اپنے خدا کو ناراض کرکے بیٹھے ہو۔ یہ سنکر حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ حضرت سلمان و بلال و صہیب رضی اللہ عنہم کے پاس گئے

[۱] اسوۂ صحابہ ج ۲ بحوالہ اسد الغابہ)

اور (معافی چاہتے ہوئے) کہا کیا میں نے آپ لوگوں کو ناراض کر دیا ؟ انہوں نے کہا نہیں ۔ اللہ تم کو معاف کرے ۔ حضرت بلال رضی اللہ عنہ کو حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے مشرک کی غلامی سے آزاد کرادیا تھا ۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ اسے اسطرح بیان فرماتے ہیں " ابوبکر سیدنا و اعتق سیدنا " (ابوبکر ہمارے سردار ہیں اور انہوں نے ہمارے سردار کو آزاد کیا) سنن نسائی اور معارف بن قتیبہ میں بھی یہ واقعہ مذکور ہے کہ کہ خاندان نبوت کے چشم چراغ حضرت علی بن حسین (امام زین العابدین) رضی اللہ عنہ نے اپنے ایک غلام کو آزاد کر کے اس سے اپنی والدہ کی شادی کردی اور آپ نے ایک لونڈی کو آزاد کرکے اس سے خود نکاح کر لیا ۔ خلیفہ عبدالملک بن مروان کو جب اسکی اطلاع ہوئی تو انہوں نے ان رشتوں سے ناپسندیدگی کا اظہار کیا حضرت علی نے جواب دیا کہ تمہارے لئے اسوۂ نبوی موجود ہے کہ انہوں نے حیی بن اخطب یہودی کی لڑکی کو آزاد کر کے اپنے خود نکاح کیا اور زید بن حارثہ کو آزاد کر کے اپنی پھوپی زاد بہن زینب بنت جحش سے انکا نکاح کر دیا ۔

خاص عہدوں کا امتیاز حضور اقدس علیہ الصلوٰۃ والسلام نے مدینہ سے باہر تشریف لیجاتے ہوئے حضرت ابن ابی ابز ملی کو اپنا جانشین مقرر فرمایا ۔ زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ محبوب رسول اللہ کے لقب سے مشہور تھے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک لشکر کی قیادت کیلئے منتخب فرمایا ۔ ان کے بیٹے اسامہ بن زید بن حارثہ کو ایک لشکر کا قائد بنا کر بھیجا ۔ حضرت کیسان رضی اللہ عنہ حضرت عثمان ذی النورین رضی اللہ عنہ کے مولی تھے ۱، حضرت مصعب بن زبیر رضی اللہ عنہ کے خاص آدمی تھے انکی وفات کے بعد انکا متروکہ دس لاکھ لیکر مراجعت فرمائے مدینہ ہوئے سلیمان بن

بلال قاسم بن محمد کے مولی تھے مدینہ میں خراج کی تحصیل اون کے ذمہ تھی۔ ابوزناد
رضی اللہ عنہ ہمدانی الاصل تھے اور رملۃ بنت شیبہ رضی اللہ عنہا کے مولی تھے فاروق
ثانی عمر بن عبدالعزیز رضی اللہ عنہ نے انہیں عراق کے محاصل پر مقرر فرمایا۔ موسیٰ الہادی کا
ولد خیزران کے صاحبزادے تھے ایک سال چند ماہ تک بغداد کے گورنر رہے۔ ابی سلمہ
حفص بن سلیمان ہمدان کے سبیع نامی ایک قبیلہ کے آزاد کردہ تھے حسن بن قحطبہ
کے بعد انہوں نے عنان خلافت ہاتھ میں لی۔ (معارف بن قتیبہ) مسلمان
فاتحین میں طارق غلام کا نام بھی عالمگیر شہرت رکھتا ہے اور اسلامی تاریخ میں ویسی
مثالیں بکثرت پائی جاتی ہیں۔ حافظ ابن الصلاح المتوفی ٦٤٣ھ اپنے مقدمے
میں تحریر فرماتے ہیں کہ امام زہری رحمہ اللہ تعالیٰ خلیفہ عبدالملک بن مروان کے پاس گئے

انہوں نے کہا زہری کہاں سے آرہے ہو امام نے جواب دیا مکہ سے۔

عبدالملک۔ مکہ کا حاکم کون ہے۔ خلیفہ۔ یہ عرب ہیں یا مولی ؟

امام زہری رح۔ عطاء بن ابی رباح امام مولیٰ ہیں۔

خلیفہ۔ عطاء بن ابی رباح عرب ہیں یا مولی

امام۔ مولی ہیں۔

خلیفہ۔ انہیں کس وجہ سے یہ اقتدار ملا ؟ خلیفہ۔ انہوں نے کس وجہ سے اقتدار پایا ؟

امام۔ دینداری اور روایت حدیث کی وجہ سے امام۔ جس وجہ سے عطاء بن ابی رباح نے اقتدار پایا

خلیفہ۔ بیشک دیندار لوگ اقتدار کے مستحق ہیں خلیفہ۔ یہ بھی چلے۔ اور مصر والوں پر کون حکمران ہے

اور اہل یمن پر کون حکمران ہے۔ امام یزید بن ابی حبیب

امام۔ طاؤس بن کیسان۔ خلیفہ۔ یہ عرب ہیں یا مولی

امام - موالی ہیں -
خلیفہ - شام والوں پر کون حکمران ہے ؟
امام - مکحول -
خلیفہ عرب ہیں یا موالی ؟
امام - موالی ہیں -
خلیفہ - جزیرہ والوں پر کون حکمران ہے
امام - میمون بن مہران
خلیفہ - یہ عرب ہیں یا موالی ؟
امام - موالی ہیں -
خلیفہ - خراسان والوں پر کون حکمران ہے ؟
امام - ضحاک بن مزاحم -
خلیفہ - یہ عرب ہیں یا موالی ؟
امام - موالی ہیں -

خلیفہ - بصرہ والوں پر کون حکمران ہے ؟
امام - حسن بن ابی الحسن -
خلیفہ - عرب ہیں یا موالی ؟
امام - موالی
خلیفہ - خدا آپ کا بھلا کرے - کوفہ پر کون حاکم ہے - ؟
امام - ابراہیم النخعی
خلیفہ - زہری (خدا آپ کا بھلا کرے) آپ نے میری پریشانی رفع کر دی - بخدا آجکل دنوں میں موالی سارے عرب کو گھیر لیں گے منبروں پر انہیں کے خطبے پڑھے جائینگے اور عرب ان سے نیچے بیٹھیں گے
امام - امیرالمومنین حکومت درحقیقت خدا کا دین اور اسکے احکام ہیں جو انکی حفاظت کریگا وہ سردار ہوگا اور جو انہیں ضائع کریگا وہ نیچا مقام پائیگا۔

غرض طبقہ غلامان اسلام کی ہمدردی اور مساوات اور عالمگیر تعمیری اسکیم میں داخل ہو کر حیرت انگیز سرعت کے ساتھ خاندانی سرداروں کے ہم پلہ ہو گیا۔ مساوات کی یہ کوئی معمولی مثال نہیں ہے کہ سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم نے بڑے بڑے مقربین بارگاہ نبوت کی موجودگی میں اپنے آزاد کردہ اور محبوب زید بن حارثہ کو کمانڈری کیلئے منتخب فرمایا اور انکے بیٹے اسامہ کو اسی اعلٰی عہدہ پر سرفراز فرمایا۔

فاطمہ بنت قیس قرشیہ نے حضور اقدس سے عرض کیا کہ معاویہ بن ابی سفیان رضی اللہ عنہما اور ابوجہم رضی اللہ عنہ نے انہیں پیام دیا ہے۔ جواب میں ارشاد ہوا کہ ابا جہم عورتوں کے معاملہ میں سخت ہیں اور معاویہ بہت مفلس ہیں تم اسامہ سے شادی کرلو۔

آج اپنے ماحول کے بعض ناقابل بیان واقعات کے پیش نظر اسلامی مساوات اور ہمدردی کا تذکرہ کرتے ہوئے خجالت محسوس ہوتی ہے جہاں ایک آزاد لڑکی کو چھوکری کا نام دیا جاتا ہے اور ایک معمولی سی خطا پر اس کے چہرے کو آگ سے جلادیا جاتا ہے۔ سخت حیرت اور افسوس ہے کہ نوکروں کو ضروری مذہبی اور اخلاقی تعلیم وتربیت دینے کے بجائے انہیں دو کوڑی کا انسان کہکر پکارتے ہیں اور اسطرح انکے احساس ترقی کو پامال کرنے کی ناجائز کوشش کی جاتی ہے کیا ایسی ہی تاریک فضاء میں استعماری مقاصد کی تکمیل کیجاتی ہے؟ اسلامی غزوات میں لڑائی ختم ہونے تک لونڈی تو کجا ایک آزاد عورت بھی جاہلی عصبیت اور جاہلی ذہنیت میں ذلیل وخوار سمجھی جاتی تھی کہ اس ابر کے چھٹتے ہی اب وہ کسی مہاجر کسی انصاری کمانڈر سردار اور فوجی کی حرم میں داخل ہو جاتی ہے اور یہ حق وانصاف کی فضا اسے سارے زمانے کی معزز خاتون بنادیتی ہے۔ اب اسکی اولاد اور خود وہ ایک آزاد مرد صالح ومہذب کے اہل وعیال میں داخل ہیں اسی طرح کفار اور مشرکین کے پس لشکر کتنے ہی ہونہار مرد غلامی کی ناقابل شکن زنجیروں میں رہکر چاکری کرتے کرتے اپنے احساس وذہنیت کو تقریباً پامال کرچکتے ہیں اور اسلام کے آغوش میں پہنچتے ہی بڑے بڑے مہذب بابزرگوں کے بھائی اور دوست بنجاتے ہیں اور انکی سرپرستی میں رہکر متقی اور پرہیزگار یعنی کامل

تہذیب انسانی نکر اعلیٰ سے اعلیٰ عہدوں پر ممتاز ہوتے ہیں۔ قائدین کرام یہ انسانیت نوازی یہ مساوات درحقیقت اسلام کے استعماری ضوابط کی عالمگیر وسعت کا نتیجہ تھی۔

قرآن کا طریقۂ تہذیب نفس

"امید و بیم کے شمول سے انسانی نفس میں تعمیری تحریک باقی رہ سکتی ہے"

فرمان ربانی برحق ہے کہ فالھمھا فجورھا وتقواھا قد افلح من زکھا وقد خاب من دسھا۔ (خدا نے انسانی نفس میں) نیکی اور بدی دونوں دکھا دیں (بتا دیں) اب وہی کامیاب ہوا جس نے نفس کو پاک رکھا اور جس نے نفس کو (آلودۂ معصیت) پامال کیا وہ نامراد ہوا۔ انسان کے ظاہری اعضاء کی طرح اس کے باطنی عوامل بھی تخریبی اور تعمیری دونوں قسم کی استعداد رکھتے ہیں۔ لہذا اختیار رائے کی آزادی کی وجہ سے انسان سے اسوقت مواخذہ کیا جاتا ہے جب وہ اپنی کسی استعداد کو بے محل اور خلاف قانون ربانی استعمال کرتا ہے۔ عدل یہ ہے کہ انسان کے ظاہری اور باطنی عوامل قدرت کے مقصد تعمیر کے موافق مصروف عمل ہوں۔ اور ظلم یہ ہے کہ ان سب کا رجحان تخریب کیطرف ہو۔ اب سوال یہ ہے کہ انسان کے باطنی عوامل کو تعمیر انسانیت کیطرف کیونکر پھیرا جائے۔ اسلام نے انسان کے باطنی نظام کو اصلاح پر لانے کیلئے مادی اور روحانی دونوں وسائل اختیار کئے ہیں روحانی وسائل

میں یہ اعتقاد ہے کہ ۔ ا۔ سب سے زیادہ اُسی ذات سے عوض صلہ اور انعام کی امید جو کسی کے نیک عمل کو ہرگز ضائع نہیں کرتا۔ جو گناہوں کو بخشتا ہے اور نیکوکاروں کو انکی امید سے زیادہ انعام دیتا ہے۔ زندگی کی امتحان میں جو بھی کامیاب ہو جائے اسے آخرت میں ابدی راحت اور دائمی اطمینان نصیب ہوگا۔ ۲۔ سب سے زیادہ اس زبردست ہستی کے عتاب کا خوف جو زندہ اور پائندہ دانا اور بینا ہے اور امیر و غریب، شاہ فقیر سب پر قادر ہے ۔ خوف و امید یہ دو غیر مادی ہتیار ہیں جو ہر ساعت اور ہر لحہ انسان کے ساتھ ساتھ رہتے ہیں اسوقت بھی جبکہ مادی ہتیاروں کا خوف اسے تخریب اور افساد سے باز رکھتا ہے اور اسوقت بھی جب وہ تنہا اپنی خواہشات پر عمل کرنے میں آزاد ہوتا ہے ۔ خوف اور امید دونوں کے شمول سے انسان کے دل میں محبت اور اطاعت کا جذبہ باقی رہ سکتا ہے ورنہ محض ڈرانا یا امید دلانا کوئی سنت نہیں ہے۔ بنیٔ عبادی انی انا الغفور الرحیم وان عذابی ہو العذاب الالیم۔ اپنے میرے بندوں کو خبر دیدو کہ میں بڑا بخشنے والا مہربان ہوں اور میرا عذاب بڑا دردناک عذاب ہے۔ انسان شخصی نفع اور ذاتی بھلائی پر حریص ہے مگر اسلام کے نزدیک یہ مقصد بھی حقیقی معنیٰ میں اسی وقت پورا ہو سکتا ہے جب انسان نفس کو اس مرکز پر لے آئے جہاں سبکی بھلائی پر نگاہ رکھی جاتی ہے۔ اور اسکی تدبیر اس سے بہتر کوئی نہیں ہے کہ اسے ایک عادل، نگران کارذات کے خوف و امید سے آباد رکھا جائے حتی کہ وہ اسی ذات کے بنائے ہوئے عالمگیر نفع کے قانون میں سکون اطمینان اور رغبت محسوس کرنے لگے اور یہ وہ مقام ہوگا جہاں سے انسان حیات جاوید اور فلاح حقیقی سے سرفراز کیا جائے گا اور سب کیلئے سایہ رحمت ثابت ہوگا۔ اب آپ کلام

ربانی میں نفس کی تخریبی اور تعمیری تحریک اوسکے انجام اور ترقی انسانیت کے ضابطے ملاحظہ فرمایئے۔ ان الذین لایرجون لقائنا ورضوا بالحیوٰۃ الدنیا واطمأنوا بہا والذین ہم عن آیاتنا غافلون اولئک ماوٰہم النار بما کانو ایکسبون۔ بیشک جن لوگون کو ہماری لقاء کا ڈر نہیں ہے اور دنیوی زندگی سے وہ راضی اور مطمئن ہیں اور وہ جو ہماری نشانیوں سے غافل ہیں یہ ہی وہ لوگ ہیں جنکی بداعمالیوں کی پاداش میں انکا ٹھکانا جہنم ہے۔

اذہب الی فرعون انہ طغٰی فقل ہل لک الی ان تزکی واہدیک الی ربک فتخشٰی۔ فرعون کے پاس جاؤ کہ اس نے سرکشی اختیار کر رکھی ہے اور اس سے کہو کہ کیا تو چاہتا ہے کہ پاکباز بن جائے اور میں تیرے پروردگار کی طرف تیری رہبری کروں کہ تو یہ سنکر ڈرنے لگے۔ ولا تفسدوا فی الارض بعد اصلاحہا وادعوہ خوفا وطمعا۔ پ ع زمین میں اصلاح کے بعد فساد نہ پیدا کرو اور خدا کو خوف و طمع سے پکارو۔ ان رحمۃ اللہ قریب من المحسنین۔ خدا کی رحمت احسان کرنے والوں سے قریب ہے۔ پ ع واما من خاف مقام ربہ ونہی النفس عن الہوی فان الجنۃ ہی الماوی پ ع جو شخص اپنے پروردگار کے سامنے (قیامت کے دن) کھڑے ہونے سے ڈرا اور خواہشات نفسانیہ سے اپنے نفس کو باز رکھا اسی کا ٹھکانا جنت ہے۔ اصلاح کیرکٹر کے مسئلہ میں قرآن کریم کی سیاست محض ذہنی سیاست نہیں ہے بلکہ واقعہ یہ ہے کہ اسی معیار پر پہنچ کر اقوام انسانیت کی ترقی میں کمال حاصل کرسکتی ہیں انسان کی مادی زندگی میں خوف خدا کے تعمیری منافع ملاحظہ فرمایئے۔

ولا یجرمنکم شنئان قوم علی ان لا تعدلوا اعدلوا ہو اقرب للتقوی پ ع۔
کسی قوم کی عداوت تمہیں نامنصفانہ روش اختیار کرنے پر مجبور کرے انصاف کرو
جو پرہیزگاری سے زیادہ قریب ہے۔ انسان غلطیوں سے بچنے کی کتنی ہی کوشش
کرے پھر بھی اس سے خطائیں سرزد ہو ہی جاتی ہیں لیکن خدا کسی حالت میں اسے
اپنی رحمت سے مایوس نہیں ہونے دیتا اسکا دامن عفو توبہ کرنیوالوں کیلئے کشادہ ہے
ومن یعمل سوءً او یظلم نفسہ ثم یستغفر اللہ یجد اللہ غفوراً رحیما پ ع
جس نے برائی کی اور اپنی جان پر ظلم کیا پھر خدا سے اس نے مغفرت چاہی تو خدا
کو وہ مغفرت کرنیوالا مہربان پائیگا۔ قل یا عبادی الذین اسرفوا علی انفسہم
لا تقنطوا من رحمۃ اللہ ان اللہ یغفر الذنوب جمیعا انہ ھو الغفور الرحیم
اے میرے وہ بندو جنھوں نے اپنی جانوں پر زیادتیاں کیں خدا کی رحمت سے
مایوس نہ ہو بالیقین اللہ سارے گناہوں کو معاف فرمادیگا وہ ہی تو بڑا بخشنے
والا مہربان ہے۔ ایک کامیاب فرد وہ ہے جو سوسائٹی کیلئے صالح ہو اور اچھے
لوگوں کا ساتھ دے۔ قد افلح المؤمنون الذین ہم فی صلوٰتہم خاشعون والذین
ہم عن اللغو معرضون پ ع وہ ایمان والے کامیاب ہیں جو خشوع وخضوع سے
نماز پڑھتے ہیں اور جو بے کار باتوں سے الگ رہتے ہیں۔ یا ایھا الذین آمنو
اتقوا اللہ وکونوا مع الصادقین پ ع۔ اے ایمان والو اللہ سے ڈرو اور
سچ بولنے والوں کے ساتھ ہو جاؤ۔ خود اعتمادی بھی ایک اچھا وصف ہے
لیکن اسے اتنا نہیں بڑھنا چاہئے کہ انسان اپنے ظاہری و باطنی اعمال پر تنقید
سے غافل ہو جائے۔ فلا تزکوا انفسکم ہو اعلم بمن اتقی پ ع۔ اپنے نفس

کو (بہت) پاک نہ سمجھو اللہ ہی خوب جانتا ہے کہ کون پرہیز گار رہے بسا اوقات کسی عمل کرنے والے کی کوشش کو بہت سراہا جاتا ہے لیکن خدا عالم باقی الصدر ہے اسکے دربار میں وہ عمل اکارت ہے جسکا پس منظر تاریک ہو اور دنیا میں بھی محض شہرت پسند اور بد باطن لوگوں کے اعمال کی حقیقت جب کھل جاتی ہے تو انکی رسوائی قابل عبرت ہوتی ہے۔ لہذا خدا کے دربار میں نیکوں اور عبادت کی جسامت کو نہیں بلکہ انکے ماورار انسانی نفس کی پرہیز گاری کو وزن کیا جاتا ہے۔ لن ینال اللہ لحومہا ولا دماۂھا ولکن ینالہ التقوی منکم (قرآن کریم) بیلاعلم۔ ان اللہ لاینظر الی صورکم ولا الی اعمالکم ولکن ینظر الی نیاتکم (فرمان نبی کریم علیہ السلام) خدا تعالی تمہارے چہروں اور (ظاہری کاموں) کو (چنداں قابل غور نہیں سمجھتا) نہیں دیکھتا وہ تو تمہاری نیتوں پر نظر رکھتا ہے بے بصیرت لوگ صرف وجاہت اور دولت کو انسانی عظمت و بزرگی کا معیار سمجھتے ہیں ایک جاہلی شاعر کہتا ہے۔

الناس من یلق خیراً قائلون لہ ما یشتہی ولأم المخطی الھبل

جسے دولت مل جاتی ہے لوگ تو اسی کی ہاں میں ہاں ملاتے ہیں (خوشامد میں لگے رہتے ہیں) اور مفلس کیلئے بڑی مصیبت ہے۔ مگر اسلام نے ان اکرمکم عند اللہ اتقاکم۔ خدا کے نزدیک تم میں سب سے زیادہ وہ معزز ہے جو اس سے زیادہ ڈرتا ہے۔ فرما کر عزت کا ایک مستقل اور مستحکم معیار مقرر فرما دیا اور بلا امتیاز فقر و دولت اور سیاہ و سفید ہر فرد بشر کو تقوی کے نصب العین پر پہنچانے کیلئے میدان مقابلہ میں اتار دیا ہے اور فاتقوا اللہ لعلکم تفلحون۔

خدا سے ڈرو تاکہ تم فلاح پاؤ۔ انما المومنون اخوۃ فاصلحوا بین اخویکم پ ۲۶ ع ۱۴
ایمان والے آپس میں بھائی بھائی ہیں لہذا اصلاح ذات البین میں سعی ہو
کہکر یہ ظاہر فرمادیا کہ ربانی درسگاہ کا تربیت یافتہ انسان سوسائٹی کیلئے محبت
رحمت ہمدردی اور انسانیت کا علمبردار ہوتا ہے۔ غرض یہی وہ وسیلہ ہے
جس سے نفس انسان میں تعمیری تحریک باقی رہ سکتی ہے جس سعی سے
انسان کی انفرادی اور اجتماعی زندگی پرامن اور پاکیزہ گذرے وہ
تعمیری سعی ہے اور جو اسکے برعکس ہو وہ تخریبی ہے۔ خدا کی ہر کتاب کا
مقصد عظیم یہی رہا ہے کہ انسان کو تخریبی سعی سے باز رکھا جائے۔ غرض صلاح
باطنی اور تعمیر انسانیت کے مبادی اصول کی ایسی نظیر متمدنین عصر
کے پاس ملنا محال امر ہے

(مقام نفس)

روحانی اور مادی ارتقار کا مقررہ توازن

ترقی کے معنے میں مادیین اور روحانیین کا اختلاف ہے۔ اسلام کے
سوا دوسرے (زبان کی کتب اور انکے علمار کی تصریحات کا خلاصہ یہ ہے
کہ انسانی ترقی کی معراج کمال آسمانی بادشاہت ہے اور وہ مال و دولت
آل و اولاد سے کنارہ کشی سے حاصل ہوسکتی ہے۔ جسقدر مادیت
سے پرہیز کیا جائے اور اپنی جان کو جسقدر تکلیف میں رکھا جائے اتنی

یہی خدا سے قربت حاصل ہوتی ہے۔ ظاہر ہے کہ انسانی حوائج فطریہ جن قانون کے تحت میں پامال ہو رہے ہوں کیا وہ فطرت کے مطابق قانون ہے۔ یہ قرآن کریم فطرت انسانی کو بے نقاب کرتے ہوئے کہتا ہے۔ ولو انا کتبنا علیھم ان اقتلوا انفسکم او اخرجوا من دیارکم ما فعلوہ الا قلیل منھم۔ اگر ہم ان پر یہ فرض کر دیتے کہ تم اپنی جانوں کو مار ڈالو اور اپنے گھروں سے نکل جاؤ تو اس پر ان میں سے بہت ہی کم لوگ عمل پیرا ہوتے۔ لا یکلف اللہ نفسا الا وسعھا پ۳ ع۶ خدا کسی پر اسکی طاقت سے زیادہ ذمہ داری نہیں ڈالتا۔ اسکا ارشاد ہے ۔ ما یرید اللہ لیجعل علیکم فی الدین من حرج ولکن یرید لیطھرکم ولیتم نعمتہ علیکم خدا یہ نہیں چاہتا کہ دین میں تم پر تنگی ڈالے لیکن وہ تمہیں پاک کرنا اور تم پر اپنی نعمتیں پوری کرنا چاہتا ہے مادیت نے ترقی کا جو مفہوم مقرر کیا ہے ہیں اس میں نفس کیلئے کوئی اعلیٰ مقام نہیں ملتا۔ قارئین کرام تمدنی ترقیوں کے انداز سے نفس کی نورانی قوتوں کا ارتقاء اور ضمیر کی بقاء و احیاء کا نظام یہ وہ مسائل ہیں جنکا جواب دانشوران مغرب تلاش کرتے کرتے آخر قرآن کریم کا دروازہ کھٹکھٹائینگے۔ خالق فطرت نے نظام کائنات کو ایسی حدود سے محفوظ کر دیا ہے کہ مادی اور روحانی بلندیوں پر پہنچنے میں ذرا افراط و تفریط سے کام لیا جائے تو نتیجہ تخریب کی صورت میں ظاہر ہوتا ہے۔ لہذا ضروری ہے کہ تعمیری اقدام سے قبل ان حدود و ضوابط کو پیش نظر رکھیں جن سے تجاوز کرکے انسان کبھی فلاح نہ پا سکا۔ تاریخ شاہد ہے کہ جس طرح روحانیت میں غلو انحطاط کا باعث ہوتا ہے اسیطرح مادیت میں افراط تخریب کا پیش

خیمہ ہوتا ہے۔ ہمیں ایک ایسے نظام کی ضرورت ہے جس سے روحانی اور مادی اقدار کا مقررہ توازن قائم رہ سکے۔ بلاشبہ قرآن کریم ایک ایسا ہی قانون ہے اور وہ ان تمام نظریات کو باطل قرار دیتا ہے جو انسان کو ترقی کی طرف لیجاتے ہوئے اسے خلاف فطرت طریقہ اختیار کرنے پر مجبور کرتے ہیں۔ اسکا ارشاد ہے۔ ربنا آتنا فی الدنیا حسنۃ وفی الآخرۃ حسنۃ وقنا عذاب النار پ۲ ع۹۔ اے ہمارے پروردگار ہمیں دنیا اور آخرت دونوں جگہ بھلائی دیجئے اور ہمیں آگ کے عذاب سے بچائیے ولا تنس نصیبک من الدنیا واحسن کما احسن اللہ الیک پ۲۰ ع۱۱۔ تم دنیا سے اپنا آخرت کا حصہ نہ بھولو اور جیسا خدا نے تیرا احسان کیا ہے تم بھی لوگوں پر احسان کرو۔ قل من حرم زینۃ اللہ التی اخرج لعبادہ والطیبات من الرزق قل ہی للذین آمنوا فی الحیوٰۃ الدنیا خالصۃ یوم القیامۃ کذلک نفصل الآیات لقوم یعلمون۔ آپ کہہ دیجئے کہ اللہ تعالیٰ کے پیدا کئے ہوئے کپڑوں کو جنہیں اس نے اپنے بندوں کے واسطے بنایا ہے اور کھانے پینے کی حلال چیزوں کو کس شخص نے حرام کیا ہے کہہ دیجئے کہ یہ قیامت کے روز خالص طور پر اور دنیوی زندگی میں بھی خاص اہل ایمان ہی کیلئے ہیں ہم اسی طرح تمام آیات کو سمجھداروں کیلئے صاف صاف بیان کرتے ہیں۔ یا ایہا الذین آمنوا لا تحرموا طیبات ما احل اللہ لکم ولا تعتدوا ان اللہ لا یحب المعتدین۔ پ۷ ع ۱۲ اے ایمان والو وہ پاک چیزیں جنہیں خدا نے تمہارے لئے حلال کیا ہے انہیں (اپنے اوپر) حرام نہ کرو اور حد سے تجاوز نہ کرو کہ اللہ تعالیٰ حد سے تجاوز کرنے والوں کو پسند نہیں فرماتے ہیں۔ وکلوا مما رزقکم اللہ حلالاً طیباً واتقوا اللہ

الذی انتم بہ مومنون پ ۷ ع ۱ - جو کچھ خدا نے تمہیں حلال اور پاک رزق دیا ہے اسے کھاؤ اور اللہ سے ڈرتے رہو جس پر تم ایمان رکھتے ہو۔ دنیوی لذائذ و فلاح کیطرف راغب کرکے قرآن کریم انسان کے نفس کو ایک بلند حقیقت کی طرف پھیر دیتا ہے اور ابدی راحت کے مقام سے اسکا تعلق قائم کرکے نفس کو مادیت کی پستیوں میں ملوث ہونے سے بچاتا ہے۔ المال والبنون زینۃ الحیوٰۃ الدنیا والباقیات الصالحات خیر عند ربک ثوابا و خیر املا (کہف) مال و اولاد یہ سب دنیوی زندگی کی رونق ہیں اور جو اعمال صالحہ باقی رہنے والے ہیں وہ آپکے رب کے نزدیک ثواب کے اعتبار سے بھی بہتر ہیں اور امید کے اعتبار سے بھی بہتر ہیں۔ زین للناس حب الشہوات من النساء والبنین والقناطیر المقنطرۃ من الذہب والفضۃ والخیل المسومۃ والانعام والحرث ذلک متاع الحیوٰۃ الدنیا واللہ عندہ حسن المآب (آل عمران) لوگوں کے (دل میں) مرغوب چیزیں پسند ہیں مثلاً عورتیں، بیٹے، چاندی سونے کے ڈھیر نشان زدہ (نمبر لگے ہوئے) گھوڑے اور دوسرے مویشی، کھیتی باڑی (لیکن) یہ سب دنیاوی زندگی کیلئے (چند روزہ) استعمال کی چیزیں ہیں۔ اور انجام کار کی خوبی تو اللہ ہی کے پاس ہے۔ غور فرمائیے کہ کسی مقام پر بھی قرآن نے یہ نہیں کہا کہ دنیاوی جدوجہد سے بے نیاز ہوکر بادیہ نشین ہوجاؤ اور اہل و عیال سے کنارہ کشی اختیار کرکے روحانی فیوض حاصل کرنے کیلئے رہبانیت کی زندگی اختیار کرلو نہ یہ کہا کہ مادہ پرستی کی تنگنائیوں میں محصور ہوکر زر و زمین اپنا منتہا و مقصد قرار دیلو اور بادۂ عیش و نشاط میں مخمور رہتے ہوئے نفس

کے ملکوتی عنصر کو خاک میں ملادو۔ بلکہ وہ فیصلہ دیا ہے جس کے سامنے ہر عقلمند سر جھکا دے۔ ربنا آتنا فی الدنیا حسنۃ و فی الآخرۃ حسنۃ وقنا عذاب النار (پ ۲ ع ۹) اے ہمارے پروردگار دنیا و آخرت دونوں میں ہمیں بھلائی دیجئے اور ہمیں جہنم کے عذاب سے محفوظ رکھیے۔

نہ تو زمیں کیلئے ہے نہ آسمار کیلئے + جہاں ہے تیرے لئے تو نہیں جہاں کیلئے

اس بیان سے بخوبی واضح ہے کہ قرآن نے انسان کو ظنون و اوہام سے ہٹاتے ہوئے اسے تفکر کا صحیح طریقہ سکھایا اور مادیہ میں گھری ہوئی ہستی کو انسانیت کی بقا کا راز بتایا انسان کی تعمیری جدوجہد میں کیا اس کے سوا کچھ اور بھی ہے کہ وہ ایک کامیاب زندگی گذارے؟ مگر سوال یہ ہے کہ کیا موجودہ تمدن کے اسباب اسکی اس آرزو کو پورا کر سکے؟ اور کیا اخلاقی تربیت کے مقررہ ضابطوں اور تہذیب و شائستگی کے اصول نے انسان کو انسانیت کی معراج تک پہنچا دیا حضرات اختراع و ایجاد کی کثرت اور آلات و معاملات کے ہنگاموں میں حقیقت کی آواز نہیں دب سکی، اسکی کامیابیوں اور ترقیوں کا پس منظر آج بھی تاریک ہے۔ افغیر دین اللہ یبغون و لہ اسلم من فی السموات والارض طوعا و کرھا و الیہ یرجعون پ ۳ ع ۱۷ (آل عمران) کیا پھر دین خداوندی کے سوا کسی دوسرے طریقے کو چاہتے ہیں۔ حالانکہ جتنے آسمان اور زمین والے میں سب خوشی اور بے اختیاری سے خدا ہی کے سامنے سرافگندہ ہیں۔ اور سب خدا ہی کی طرف لوٹائے جائینگے۔ عصر حاضر میں اقوام کی تمدنی ترقیوں کے آغاز و انجام ہمارے سامنے ہیں۔ انپر سطحی نظر ڈال کر ایک

ساعت اگر ہم یہ محسوس کرتے ہیں کہ دنیا میں کامیاب زندگی کا معیار اور
انسان کی ذہنی ترقیوں کی معراج کیا اس سے بڑھ کر بھی ہو سکتی ہے ؟ یہ تصور
یقین کی صورت اختیار کرنے سے پہلے ہی اوجھل ہو جاتا ہے اور ایک ریشم
کے کیڑے اور اسکے گھر کی حکایت آنکھوں میں پھرنے لگتی ہے

اے بسا آرزو کہ خاک شدہ

جسم کی توانائی اور روح کی ناتوانی، علم کے شور و پکار میں سینوں کی بے نوری
تعمیر کی آغوش میں تخریب کی پرورش حق کے مقبرے پر باطل کے پھریرے، اینٹ
اور پتھر کی فلک بوسی اور مادے کی پستیوں میں نفس انسانی کی گم گشتگی۔
کمال سے محرومی کے یہ وہ مظاہر ہیں جو ہمیں کامیاب زندگی کی دیرینہ آرزو
کیلئے سرگرم تجسس رکھتے ہیں۔ ہمیں یقین ہے کہ انسانی حرکات و سکنات
ایک معنویت رکھتی ہیں، صورتاً وہ فانی ہیں لیکن اسکے کردار کی روح
کو دیکھئے اسی نقطے سے جب غور کیا جاتا ہے تو انسانی وجود اور اسکے
مقاصد حیات میں جان پڑتی ہے ورنہ ترقی اور کمال کے الفاظ مہمل رہ
جاتے ہیں اسلام کی نظر میں ضمیر انسانی جو مادے میں گھرا ہوا ہے، ایک
شریف مقام کا متلاشی ہے۔ اسکا مزاج دوسرے تمام اعضا کے مزاج
سے مختلف ہے اسکی بھوک اور پیاس کو اس خاکدان میں نہ کبھی بجھ
سکی نہ ہو سکتی ہے۔ پھر ہم دیکھتے ہیں کہ خالق فطرت نے اسمیں خیر و شر
کے محرکات کے ساتھ ارادہ اور ترک و اختیار کی صلاحیتیں بھی رکھی ہیں
اور انسان کے تمام اعمال پر اسکے نفس کی حکمرانی ہے جس سمت اسکا میلا

ہوتا ہے انسانی کردار پر اسی جہت کے اثرات اور ویسے ہی نتائج مرتب ہوتے ہیں
غرض ضمیر کے صلاح و فساد میں انسانی اعمال کی صلاح و فساد مضمر ہے۔
الا ان فی الجسد مضغۃ اذا صلحت صلح الجسد کلہ واذا فسدت فسد الجسد کلہ
الا وہی القلب (ارشاد نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم) سن رکھو کہ جسم میں
ایک ٹکڑا ہے اسکے درست رہنے سے پورا جسم درست رہتا ہے اور اسکے خراب
ہونے سے تمام جسم خراب ہو جاتا ہے سن رکھو کہ وہ دل ہے وہ فضائل کیطرف
جسقدر صعود کر سکتا ہے رذائل کو اختیار کرکے اتنا ہی پستی میں گر سکتا ہے نفس
کی طہارت میں انسانیت کی ترقی اور اسکے کردار کی تقلیب ہے اور مادیت میں اسکا
حد سے زیادہ انجذاب انسانیت کے تنزل کا باعث ہے ذالک ہو الخسران المبین۔
نفس کی تمام آرزوئیں جب عیش کوشی اور تن پروری میں محدود ہو جاتی ہیں۔
زندگی کا انتہائی مقصد جب خواہشات کی پرستش رہ جاتا ہے تو نفس کی
ہر تحریک انسانی اعمال کا رخ حب ذات کی طرف پھیر دیتی ہے اور جیسا جیسا
یہ نشہ بڑھتا جاتا ہے اجتماعی نظام، اخوت کے روابط پاکیزہ اخلاق کی ایک ایک
کڑی ٹوٹتی جاتی ہے اور قوم میں معاشرتی اور اجتماعی سکون و اطمینان مفقود
ہو جاتا ہے، حق تلفی، سنگدلی، باہمی جنگ، ناجائز تسلط، غارت گری
مکر و فن، کے انسانیت سوز مناظر سامنے آتے ہیں ہوس استغنا اور جذبہ
تفوق جب حد سے گذر جاتا ہے تو اسکے ادنیٰ مظاہر یہ ہوتے ہیں کہ انسان
اپنے متعلقین اور ماتحتوں کو مرعوب و مقہور کرکے انپر زیادتی کرنے کیلئے عجیب
عجیب بہانے تراشتا ہے۔ اسکا لازمی نتیجہ۔ بأسہم بینہم شدید تحسبہم

جمیعا وقلوبھم شتی پ۲۸ ع۶۔ انکی لڑائی انکے آپس میں سخت ہے تم انھیں متحد سمجھتے ہو حالانکہ انکے دلوں میں افتراق ہے۔ اور اس جذبہ کا انتہائی انجام ظھر الفساد فی البر والبحر بما کسبت ایدی الناس پ۲۱ ع۶۔ انسانوں کے ہاتھوں کے کئے ہوئے کا نتیجہ ہے کہ خشکی اور تری میں فتنہ و فساد برپا ہے۔ یہ صورت اختیار کرتا ہے، ادھر فطرت کا تعمیری پروگرام کسی طوفان سے شروع ہوکر کائنات میں سرگرم عمل ہوتا ہے۔ اس حقیقت کو کلام ربانی میں ملاحظہ فرمائیے۔

پ۲۰ ع۳ ان فرعون علا فی الارض وجعل اھلھا شیعا یستضعف طائفۃ منھم یذبح ابناءھم ویستحیی نساءھم انہ کان من المفسدین ونرید ان نمن علی الذین استضعفوا فی الارض ونجعلھم ائمۃ ونجعلھم الوارثین ونمکن لھم فی الارض ونری فرعون وھامان وجنودھما منھم ما کانوا یحذرون (قصص) فرعون سرزمین (مصر) میں بہت بڑھ چڑھ گیا تھا اس نے وہاں کے باشندوں کو مختلف قسمیں کر رکھا تھا، ان میں سے ایک جماعت (بنی اسرائیل) کا زور گھٹا دیا تھا، انکے بیٹوں کو ذبح کرتا تھا اور عورتوں کو زندہ رہنے دیتا تھا واقعی (فرعون) بڑا مفسد تھا (وہ تو اس خیال میں تھا) اور ہم کو یہ منظور تھا کہ جن لوگوں کا زور گھٹایا جا رہا تھا ہم ان پر (دنیوی اور دینی احسان کریں ان کو (دین میں) پیشوا بنائیں اور (دنیا میں) ملک کا مالک بنائیں اور زمین میں انھیں حکومت دیں۔ اور فرعون وھامان اور انکے تابعین کو ان (بنی اسرائیل کیطرف سے) وہ ناگوار واقعات دکھائیں جن سے وہ بچاؤ کر رہے تھے۔ اسی تاریخی قصے میں ہے۔ پ۱۹ ع۶ واذ نادی ربک

موسیٰ ان ائت القوم الظالمین قوم فرعون الایتقون (شعراء) (اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم) یاد کیجئے جب آپکے رب نے موسیٰ (علیہ السلام) کو پکارا کہ ان ظالم لوگوں یعنی فرعونیوں کے پاس جاؤ کیا یہ لوگ ہمارے غضب سے نہیں ڈرتے۔ فرعون اپنی پروردگاری کے جھوٹے دعوے پر حضرت موسیٰ کی یہ کاری ضرب نہیں برداشت کر سکا اور احسان جتا کر حق کو مغلوب کرنا چاہا کہ اے موسیٰ تم نے تو ہمارے ہی گھر میں پرورش پائی تھی لسان نبوت نے جواب دیا۔ وتلک نعمۃ تمنہا علی ان عبدت بنی اسرائیل۔ قرآن کریم تاریخ اقوام کے عروج وزوال کے اسباب بیان کرکے اور کبھی انبیاء کے ذریعہ نصیحت کرتے ہوئے ہمیں بتاتا ہے کہ مادیت میں حد سے زیادہ نہ آلودہ ہو جاؤ کہ تمہارے دل سخت ہو جائیں اور اپنے نفع کے آگے دوسروں کی تکلیف کا احساس نہ رہے دنیا مع اپنے صدہزار اسباب راحت کے فنا ہو جانے والی ہے اور تمہارے نفس کا حقیقی مقام کوئی اور ہے جسے فنا نہیں۔ حضرت شعیب علیہ السلام فرماتے ہیں پ۱۲ ع ۸ ویا قوم اوفوا المکیال والمیزان بالقسط ولا تبخسوا الناس اشیاءھم ولا تعثوا فی الارض مفسدین بقیۃ اللہ خیر لکم ان کنتم مومنین وما انا علیکم بحفیظ دوسری جگہ ارشاد ہے پ۲۰ ع۱۱۔ ان قارون کان من قوم موسیٰ فبغی علیھم وآتیناہ من الکنوز ما ان مفاتحہ لتنوء بالعصبۃ اولی القوۃ اذقال لہ قومہ لا تفرح ان اللہ لایحب الفرحین وابتغ فیما اتاک اللہ الدار الآخرۃ ولا تنس نصیبک من الدنیا واحسن کما احسن اللہ الیک ولا تبغ الفساد فی الارض ان اللہ لا یحب المفسدین قارون موسیٰ (علیہ السلام) کی برادری میں سے تھا وہ اکثر مال کیوجہ سے) ان

لوگوں کے مقابلے میں تکبر کرنے لگا اسکے مال کی کثرت کا اندازہ اس سے ہو سکتا ہے) یہ تھی کہ ہم نے اسکو اس قدر خزانے دیئے تھے کہ جنکی کنجیاں کئی کئی زور آور شخصوں کو گراں بار کر دیا کرتی تھیں جب اسکو اسکی برادری نے (سمجھانے کے طور پر) کہا کہ تو اپنے اس مال و حشمت پر اترا مت واقعی اللہ تعالیٰ اترانے والوں) کو پسند نہیں فرماتے اور یہ (بھی کہا) کہ جو تجھکو اللہ نے دیا ہے اس میں عالم آخرت کی بھی جستجو کر دنیا سے اپنا آخرت کا حصہ لیجانا نہ بھول جا اور جس طرح اللہ نے تیرے ساتھ احسان کیا ہے تو بھی لوگوں کے ساتھ احسان کیا کر اور دنیا میں فساد پھیلانے کے درپے نہ ہو بے شک اللہ تعالیٰ اہل فساد کو پسند نہیں فرماتے
سورہ حدید میں چند روزہ عیش کے دلدادوں کی تمثیل دیتے ہوئے ایک ابدی حیات اور اسکی اہمیت سے نہایت موثر پیرائے میں آگاہ کیا گیا ہے۔

اعلموا انما الحیوٰة الدنیا لعب ولهو وزینة وتفاخر بینکم وتکاثر فی الاموال والاولاد کمثل غیث اعجب الکفار نباته ثم یهیج فتراه مصفرا ثم یکون حطاما وفی الآخرة عذاب شدید ومغفرة من اللہ ورضوان، وما الحیوٰة الدنیا الا متاع الغرور

خوب جان لو (اچھی طرح سمجھ لو) کہ (آخرت کے مقابلے میں) دنیوی زندگی محض کھیل کود اور ایک (ظاہری) زینت ہے اور آپس میں فخر و بڑائی اور مال و اولاد میں زیادتی کا مقابلہ ہے جیسے مینہ برستا ہے اور اسکی پیداوار کاشتکاروں کو اچھی معلوم ہوتی ہے پھر وہ خشک ہو کر تمہیں زرد دکھائی دیتی ہے پھر چورا چورا ہو جاتی ہے اور آخرت کی (کیفیت یہ ہے) کہ اس میں عذاب شدید ہے اور خدا کی طرف سے مغفرت اور رضامندی اور دنیا وی زندگی محض دھوکے کا اسباب

انسان اجتماع سے عدم تعاون کی کتنی ہی کوشش کرے لیکن نفس کی تخریبی تحریک کے خلاف عمل کرنے پر مجبور ہے۔ ہمارا مشاہدہ ہے کہ بسا اوقات جب انسان قانون اور آداب تہذیب سے آزادی محسوس کرتا ہے اسوقت اسکے ضمیر میں کوئی تعمیری تحریک نہیں پیدا ہوتی اور حلبِ منفعت حبِّ ذات حرص اُسے ابنائے جنس کے حقوق سے غافل رکھتی ہیں۔ ان اسباب کی بنا پر بھی اسلام نے ایمانی جذبہ کی افزائش پر زور دیا ہے۔ وہ عیش جو ضمیر کی تعمیری تحریکات کو فنا کرکے اُسے تخریبی خواہشات کا سرچشمہ بنا دے یقیناً وہ عیش دھوکا اور وہ زندگی کا فسانہ ہے اس کے برعکس وہ عیش زینت ہے جو ایک طرف ابدی فلاح ہو اور دوسری طرف اعلیٰ کیرکٹر اور دنیا میں تعمیری ترقی کا مظہر ہو۔ اسلام الٰہی زندگی کو حیاتِ جاوید کا مژدہ سناتا ہے۔

(درس خودداری)

اسلامی تعلیمات دنیا میں درس خودداری کا پہلا سرچشمہ ہیں نفس انسانی میں صرف ایک وجود کی عظمت و کبریائی کا اقرار اور اس کے سامنے اپنی بندگی کا اعتراف اپنے مبدأ و معاد کا پختہ یقین عزت نفس کے باب میں نقوشِ اولین ہیں اعتقاد کے یہ نقوش جس قدر گہرے ہوں گے اسی قدر انسان کے باطنی عوامل للٰہیت کے تابع ہوں گے اور اسکے اخلاق و کردار میں تعمیر انسانیت کا راز مل سکے گا۔
غور فرمائیے کہ مخلوقیت اور عبدیت کے لحاظ سے جب وہ ایک حقیقت لازوال کے ساتھ اپنی وابستگی محسوس کریگا تو اپنے وجود کو کتنا اہم اور مقصد وجود کو کسقدر ذمہ دارانہ

یقین کریگا۔

کھول کے کیا بیاں کروں سرِّ مقام مرگ و عشق ۔ عشق ہے مرگ با شرف مرگ حیات بے شرف

ایک انسان جب لا الٰہ الا اللہ کہتا ہے تو وہ سارے جہانوں سے بے نیاز ہو کر سب کے اور اپنے پروردگار کے سامنے سر جھکا دیتا ہے۔ سب سے بے نیازی نفس انسانی کیلئے ہزار سکون و راحت اور خدا کے سامنے نیازمندی اسکے وجدان کیلئے ہزار شرف و عزت اور سرمایہ رشد و ہدایت ہے۔

یہ بندگی خدائی وہ بندگی گدائی ۔ یا بندۂ خدا بن یا بندۂ زمانہ

ناپختہ عقل لوگوں کے نزدیک سب سے بڑا احسان یہ ہے کہ انہیں آئین و ضوابط سے آزاد کر دیا جائے۔ مگر اس جاہلی خواہش کے ماوراء عقلاء کا فیصلہ رہا ہے کہ انسانیت پر احسان عظیم یہ ہے کہ اسکی تخریبی خواہشات کو پامال کرنے کیلئے تعمیری ضوابط مقرر کئے جائیں۔ آغاز کلمہ ہدایت کا حرف ثانی محمد رسول اللہ ادا کرکے پیغمبر حق کا اقرار کرتا ہے اور ساتھ ہی ہدایت ربانی کا معتقد بھی رہتا ہے گویا اس نے کوئی دستور اختیار کرنے سے پہلے ہی ہر راہ رسم اور ہر دستور کے اہمیت سے انکار کرکے ایک ہی معبود اور اُسیکے فرستادہ رہبر کی حقانیت پر اقرار کیا اور اس بلاغت خیز ایجاز میں اس دستور پر آمادگی عمل کا اظہار بھی ہو گیا جو اس ممتاز وجود انسان کیلئے زیبا اور خوشتر ہے۔ زندگی کے ہر لمحہ میں جسکا نفس ہدایت ربانی سے عکس پذیر ہو جسکی چشم بصیرت حق و باطل میں تمیز کر سکے اور اخلاق و کردار محض تعمیری ہوں وہی مومن ہے وہی صاحب بصیرت اور وہی خودار ہے۔ مگر آپ دیکھیں گے کہ شیطنت فرعونیت اور فارونیت کی حقیقت

سے ناآگاہی اور بصیرت کی کوتاہی معانی کو کدھر سے کدھر پھیر دیا کرتی ہے شیطان کے انکار و تکبر کو خودداری کا نام دیتی ہے اور فرعون کی سطوت و جبروت کو عزت و بزرگی کا مقام سمجھتی ہے۔ قارون کی تخریب و افساد کو سرمایہ داری کا امتیاز دیتی ہے اور ابوجہل کی خودفروشی کو آزاد نفسی کا نتیجہ سمجھتی ہے۔ حالانکہ نہ وہ خودداری و عزت و بزرگی ہے اور نہ یہ آزادنفسی ہے۔ حقیقت امر وہی ہے جو قرآن کریم کہتا ہے کہ یہ خودفروشی اور ناآگاہی کے مظاہر ہیں۔ قرآن کے نزدیک اپنے وجود کی اہمیت سمجھنے کے بعد انسان کا پہلا فرض یہ ہے کہ وہ اپنے قوائے جسمانی کی حقیقت پہچانے اور اپنا بلند مقصد حیات پیش نظر رکھتے ہوئے ہر استعداد عمل کو معقول اور مفید مقام پر باضابطہ کام میں لائے۔ أفحسبتم انما خلقناکم عبثا و انکم الینا لا ترجعون پ۱۸ ع ۵۔ ترجمہ۔ ہاں تو کیا تم نے یہ خیال کیا تھا کہ ہم نے تم کو یونہی مہمل (خالی از حکمت) پیدا کر دیا ہے اور (یہ خیال کیا تھا) کہ تم ہمارے پاس نہیں لائے جاؤ گے۔ الم نجعل لہ عینین ولسانا وشفتین و ہدیناہ النجدین پ۳۰ ع ۱۔ کیا ہم نے (انسان کو) اسکو دو آنکھیں، زبان اور دو ہونٹ نہیں دیئے؟ اور کیا ہم نے اسکو دونوں راہیں نہیں بتا دیں؟۔ ان السمع والبصر والفؤاد کل اولئک کان عنہ مسئولا پ۱۵ ع ۴ (کیونکہ کان آنکھ، دل ان سب کی ہر شخص سے (قیامت کے دن) پوچھ ہوگی۔ وھو الذی انشاء لکم السمع والابصار والافئدۃ قلیلا ما تشکرون پ۱۸ ع ۴۔ اور وہ (اللہ) ایسا ہے جس نے تمہارے لئے کان، آنکھیں اور دل بنائے تم لوگ بہت ہی کم شکر کرتے ہو۔ مقام خودی سے ناآگاہی کا ایک منظر یہ بھی ہے کہ انسان

فسق و فجور میں مبتلا ہو جائے اور فحش افعال کا ارتکاب کرے قرآن کریم ان تمام بیہیمانہ اطوار سے نفرت دلاتا ہے۔ قل انما حرم ربی الفواحش ما ظہر منہا وما بطن پ ۸ ع۱۔ کہدیجئے (اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم) بے شک میرے پروردگار نے ظاہر اور پوشیدہ ہر قسم کی بیحیائی کو حرام کر دیا ہے۔ ولا تقربوا الزنی انہ کان فاحشۃ و ساء سبیلا پ ۱۵ ع ۳۔ اور زنا کے پاس بھی نہ پھٹکو بلاشبہ وہ بڑی بیحیائی کی بات ہے اور بری راہ اعلیٰ کیرکٹر کی تعلیم دیتے ہوئے ارشاد ہوتا ہے۔ ان اللہ یامر بالعدل والاحسان وایتاء ذی القربی وینہی عن الفحشاء والمنکر والبغی یعظکم لعلکم تذکرون پ ۱۴ ع ۱۲ بے شک اللہ تعالیٰ۔ اعتدال اور احسان۔ اور اہل قرابت کو دینے کا حکم فرماتے ہیں اور کھلی برائی اور مطلق برائی اور ظلم کرنے سے منع فرماتے ہیں اللہ تعالیٰ تم کو اسلئے نصیحت فرماتے ہیں کہ تم نصیحت کو قبول کرو۔

قرآن کریم کا یہ معجزانہ طرز بیان دعوت فکر و نظر دیتا ہے کہ ایک ہی سطر میں کامیاب اور ناکامیاب زندگی کا راز کہدیا اور منقطع آیتہ میں موضوع کی اہمیت کو اور دو بالا کر دیا ہے۔ قول و فعل کیلئے دو ہی راہیں نمایاں ہیں۔ حق اور باطل۔ چشم بصیرت کیلئے حق و باطل ہمیشہ واضح رہے ہیں مگر موت سے پہلے نفس انسانی کی موت یہ ہے کہ وہ مقام انسانیت سے گر کر خود کو ظلم و تکبر اور افساد و معصیت سے آلودہ کرے قرآن کریم اسے نفس پر ظلم اور اسراف و خسران سعی سے تعبیر کرتا ہے۔ وما ظلمناہم ولکن کانوا انفسہم یظلمون پ ۲۵ ع ۱۲۔ ہم نے ان پر ظلم نہیں کیا بلکہ وہ

خود اپنے اوپر ظلم کر رہے تھے۔ الذین تتوفٰهم الملٰئکۃ ظالمی انفسهم پ۱۴ ع ۳
فرشتوں نے جنکی جانیں (نفس پر زیادتی) کفر کی حالت میں قبض کی تھیں
ومن یتعد حدود اللہ فقد ظلم نفسہ۔ قد افلح من زکٰها وقد خاب من دسٰها پ۳۰ ع۱۵
اللہ کی (مقرر کردہ) حدود سے جس نے تجاوز کیا اس نے اپنے اوپر ظلم کیا جس
نے اپنے نفس کو پاک رکھا وہ کامیاب ہوا اور جس نے (گناہ و زیادتی کرکے)
اسے پامال کیا وہ ناکام ہوا۔ بسا اوقات ہم نے دیکھا ہے کہ خود فروش آدمی حق کو
اپنی اولاد کی طرح پہچانتے ہیں پھر بھی اپنے نفس پر ظلم کرتے ہیں اور مقام نفس سے
ناآگاہ رہتے ہوئے حق کہتے حق مانتے۔ حق دینے سے انکار کرتے ہیں۔ اور اکثر
انجان بنجاتے ہیں قرآن کریم ایسے نفس پرست اور بد باطن لوگوں کو تنبیہ
فرماتا ہے۔ ولا تلبسوا الحق بالباطل وتکتموا الحق وانتم تعلمون پ۱ ع ۴
اور حق کو باطل میں نہ ملاؤ نہ یہ کرو کہ حق کو جانتے ہوئے اسے چھپاؤ۔ قرآن
انسان کو کارگاہ ہستی کے بے شمار شعبہائے عمل میں چھوڑتے ہوئے صرف ایک
نصیحت کرتا ہے وہ یہ کہ تمہارا مقصد اصلاح ہو افساد نہ ہو تعمیر انسانیت ہو تخریب
نہ ہو۔ تمہاری روش عفو و درگذر ہو یا انتقام ظلم بہر کیف تمہارا مطمع نظر حق
و انصاف کی حفاظت اور کیش صفائی اخلاق و کردار ہونا چاہیئے۔ ان تکونوا
صالحین فانہ کان للاوابین غفورا پ۱۵ ع۳۔ اگر تم صالح ہوگے تو بلاشبہ اللہ
تعالیٰ (اپنی طرف) رجوع کرنے والوں کو معاف فرماتے ہیں جذبہ ایمانی کی
حقیقت اسوقت آشکارا ہوتی ہے جب ایک شخص اپنے دشمن کے سامنے حاکم
بن کر کھڑا ہو۔ قانون اسلام اسوقت بھی کمال انسانیت کا درس دیتے ہوئے

ارشاد فرماتا ہے " ولایجرمنکم شنآن قوم علی ان لاتعدلوا اعدلوا ھو اقرب للتقوی پ۶ ع ۲- اور لوگوں کی عداوت تمہارے اس جرم کے ارتکاب کی باعث نہ ہو کہ تم (معاملات میں) انصاف نہ کرو (نہیں ہر حال میں) تم انصاف کرو کہ انصاف پرہیزگاری سے قریب تر ہے۔ اسی مقصد حیات کی راہ میں جب مومن جہاد نفس سے آگے بڑھکر جہاد عمل کیلئے مدافعانہ نکل کھڑا ہوتا ہے اور مختلف آزمائشوں کا سامنا کرتا ہے تو یہ ارشاد فرماکر ایک بار پھر اُسے آہنی عزم کے ساتھ تکمیل مقصد میں مصروف کر دیا جاتا ہے۔ ان تکونوا تالمون فانھم یالمون کما تالمون وترجون من اللہ مالا یرجون۔ پ۵ ع ۱۱- اگر تم الم رسیدہ ہو تو وہ (مخالف) بھی الم رسیدہ ہیں اور تم تو اللہ تعالیٰ سے وہ وہ امیدیں رکھتے ہو جو وہ نہیں رکھتے۔ اور یہ کہ قانون ربانی ہمیشہ سے یہ ہی جاری ہے کہ حق ظاہر ہو اور باطل دب جائے اب جو چاہے حق کا نمائندہ بنکر حیات جاوداں حاصل کرے اور جو چاہے باطل کی پشت و پناہ بنکر ہمیشہ کیلئے نسیاً منسیاً ہو جائے۔ " وما خلقنا السماء والارض وما بینھما لاعبین لو اردنا ان نتخذ لھواً لاتخذناہ من لدنا ان کنا فاعلین ۞ بل نقذف بالحق علی الباطل فیدمغہ فاذا ھو زاھق پ۱۷ ع ۱- ترجمہ ہم نے زمین و آسمان اور جو کچھ بھی انمیں ہے (یہ کوئی) کھیل کرتے ہوئے نہیں بنایا ہے اگر ہم ایسا ہی کرنا چاہتے تو کر سکتے تھے (منع ہی کون کر سکتا تھا) بلکہ (ہم نے تو اس قانون کے ساتھ یہ سب کچھ بنایا ہے) ہم حق کو باطل پر پھینک مارتے ہیں تو وہ (باطل کو) اسکو مغلوب کر لیتا ہے پھر دفعتہً (باطل) جاتا رہتا ہے اور یہ فرماکر مومن کو اسکے حقیقی مقام سے روشناس کر دیا ساتھ ہی مصلحین کی

حکایت ایمانی بیان کر کے غافل اور ناحق شناس لوگوں کی نا لیصری اور ناکامی کا نقشہ کھینچ دیا ہے " انہ کان فریق من عبادی یقولون ربنا آمنا فاغفر لنا وارحمنا وانت خیر الراحمین ٥ فاتخذتموہم سخریا حتی انسوکم ذکری وکنتم منہم تضحکون ٥ انی جزیتہم الیوم بما صبروا انہم ہم الفائزون ۔ پ۱۸ ع ٥ ترجمہ ۔ میرے بندوں میں ایک گروہ تھا جو ہم سے عرض کرتے تھے کہ اے ہمارے پروردگار ہم ایمان لے آئے ہیں آپ ہماری بخشش فرما دیجئے اور ہمپر رحمت نازل فرمائیے آپ سب رحم کرنیوالوں سے بڑھ کر رحم کرنے والے ہیں تو تم نے انکا مذاق اڑایا یہاں تک کہ انکا مذاق اڑانے نے ہماری یاد سے بھی (تمکو) غافل کر دیا اور تم ان سے ہنسی کیا کرتے تھے آج میں نے انکے صبر کا انکو یہ بدلہ دیا ہے کہ وہی کامیاب ہوئے ۔ حق پر ضرب مومن کے نفس پر ضرب ہے ۔ کیونکہ مومن خود سے زیادہ حق کو چاہتا ہے یا یوں کہئے کہ خود کو حق کی حفاظت ہی کیلئے وقف سمجھتا ہے اسی لئے تو اسکے مبدا و معاد میں اول و آخر ترتیب تا ہے ۔ قل ان صلواتی ونسکی ومحیای ومماتی للہ رب العالمین پ۸ ع۷ کہدیجئے کہ میری نماز، قربانی، میری موت و زندگی سب اللہ ہی کیلئے ہے جو سارے جہانوں کا پالنے والا ہے ۔ باطل یعنی کفر و شرک سے لیکر تمام اخلاقی عیوب جب تک سر نہ اٹھائیں اسوقت تک خودداری کے اخلاق محض رحمت اور ظل عاطفت ہیں اور اسکا سلوک ہر وجود سے اسکے حق و مرتبہ کے موافق کریانہ ہے کیونکہ ہدایت ربانی دنیوی اور اخروی دونو پہلوؤں کو ہر ساعت پیش نظر رکھتی ہے " وقضی ربک الا تعبدوا الا ایاہ وبالوالدین احسانا اما یبلغن عندک الکبر احدہما او کلاہما فلا تقل لہما اف ولا تنہرہما وقل لہما قولا کریما، واخفض لہما

جناح الذل من الرحمۃ وقل ربِّ ارحمھما کما ربیانی صغیرا (پ ۱۵ ع ۳) تمہارے پروردگار نے یہ حکم کردیا ہے کہ بجز اسکے اور کسی کی عبادت نہ کرو اور اپنے ماں باپ کے ساتھ اچھا سلوک کیا کرو اگر تمہارے پاس ان میں سے ایک یا دہ دونوں بڑھاپے کو پہنچ جائیں تو انکو کبھی ہاں سے ہوں بھی نہ کرنا نہ کبھی انہیں جھڑکنا اور انسے بڑے ادب سے بات کرنا اور ان کے سامنے شفقت اور انکساری کے ساتھ جھکے رہنا اور یوں دعا کرتے رہنا کہ اے میرے پروردگار ان دونوں پر رحمت فرمایئے جیساکہ انہوں نے مجھے بچپن میں پالا پرورش کیا ہے۔ واخفض لہما جناح الذل یہ جملہ تفکر کا مقام ہے کہ "ان لاتعبدوا الا ایاہ" میں نری بے نیازی اور خود داری کی تعلیم دیکر یہاں تذلل اور تواضع کو مومن کا فرض بتایا۔ آپ اس اخلاقی لچک کو تعلیمات اسلامی میں ہر مقام پر دیکھیں گے۔ وان جاھداک علی ان تشرک بی مالیس لک بہ علم فلا تطعہما۔ اور اگر (والدین) تجھپر اس بات کا زور ڈالیں کہ تو میرے ساتھ ایسی چیز کو شریک ٹھہرا جسکی تیرے پاس (نہ کسی کے پاس) دلیل نہیں ہے تو تو انکا کہنا نہ ماننا۔

بصیرت ایمانی

اخلاق وعمل کی للّٰہیت سے محرومی کا انجام بصیری ہے نابصیر انسان کو وہی دکھائی دیتا ہے جیسے ہوا دھوس چاہتی ہے اور وہ وہی سننے کیلئے تیار ہوتا ہے جیسے اسکے نا آشنائے حق کان سننا چاہتے ہیں، تم سمجھتے ہو کہ وہ حق کی پکار سن رہا ہے لیکن ایسا نہیں ہے، اور سمجھتے ہو کہ وہ حق پہچان رہا ہے مگر کہاں!! قرآن کریم انسان کی اس عبرت ناک حالت کو اپنے مخصوص اور بلاغت خیز اسلوب

ہیں بیان فرماتا ہے۔ فانھا لا تعمی الابصار ولکن تعمی القلوب التی فی الصدور
پٗ‌ع ۱۲۔ بات یہ ہے کہ (نہ سمجھنے والوں کی سمجھ) آنکھیں اندھی نہیں ہو
جاتیں بلکہ دل جو سینوں میں ہیں وہ اندھے ہو جایا کرتے ہیں۔ نیت و عمل
کی زیبائی للٰہیت کی تشنہ ہے اور صفائیت اور حسن عمل پر انسانی اخلاق و کردار
کی پاکیزگی منحصر ہے۔ تمام دنیا سے بے نیاز ہو کر جب نفس مومن للٰہیت کا جوہر پا لیتا ہے
تو اسے ایک ایسی بصیرت عطا ہوتی ہے جو آفتاب ہدایت کا کام دیتی ہے مومن
کی نظر دقیقہ رس اور دوربین ہوتی ہے حق اور باطل آئینہ کی طرح انکے سامنے
ہوتے ہیں۔ یا ایہا الذین آمنوا ان تتقوا اللہ یجعل لکم فرقانا پ۹ ع ۱۷
اے ایمان والو اگر تم اللہ سے ڈرتے رہوگے تو اللہ تمہیں حق و باطل میں
امتیاز کی قوت عطا فرمائے گا۔ ولقد آتینا ابراہیم رشدہ من قبل وکنا بہ
عالمین الیٰ قولہ تعالیٰ۔ أانت فعلت ہذا بآلہتنا یا ابراہیم قال بل فعلہ
کبیرھم ہذا فاسئلوھم ان کانوا ینطقون ٥ فرجعوا الیٰ انفسہم فقالوا
انکم انتم الظلمون۔ ثم نکسوا علیٰ رؤسہم لقد علمت ما ہؤلاء ینطقون قال
افتعبدون من دون اللہ مالا ینفعکم شیئا ولا یضرکم اف لکم ولما تعبدون
من دون اللہ افلا تعقلون۔ سورہ انبیا۔ اور ہم نے (اس زمانۂ موسوی)
سے پہلے ابراہیم کو انکی شان کے مناسب) خوش فہمی عطا کی تھی اور ہم
انکو خوب جانتے تھے انہوں نے کہا کہ کیا تم نے ہمارے بتوں کے
ساتھ یہ کیا ہے؟ ابراہیمؑ نے فرمایا نہیں بلکہ انکے بڑے (گرو) نے کیا
تو انہیں سے پوچھو نا اگر یہ بولتے ہوں اس پر وہ لوگ اپنے جی میں سوچے

پھر آپس میں کہنے لگے کہ حقیقت میں تم ہی لوگ ناحق پر ہو (کہ جو ایسا عاجز ہو وہ کیا معبود ہوگا) پھر (شرمندگی کے مارے) اپنے سروں کو جھکالیا (اور یہ بولے کہ) آپ ابراہیم تم کو تو یہ معلوم ہی ہے کہ یہ بت کچھ بولتے نہیں - ابراہیمؑ نے فرمایا تو کیا خدا کو چھوڑ کر ایسی چیز کی عبادت کرتے ہو جو تم کو نہ کچھ نفع پہنچا سکے نہ نقصان تف ہے تم پر کہ (باوجود حق ظاہر ہو جانے کے باطل پر اڑے ہوئے ہو) اور انپر جنکو تم خدا کے سوا پوجتے ہو کیا تم کو (اتنی بھی) عقل نہیں ہے -

آپ نے اس مقام پر دو منظر ملاحظہ فرمائے ہیں - ایک طرف جذبہ للّٰہیت کی آوردہ بصیرت نیت کی سچائی اور حجت ساطعہ ہے اور دوسری طرف خود فروشی اور خود فراموشی اور سرمایہ عقل کی پامالی کا عبرت ناک منظر ہے - قارئین کرام جذبہ خودداری کے اخلاقی و عملی نقوش سے آج بنی آدم کے سینے بے نور ہیں - الآمن رحم ربی

"جذبہ للّٰہیت"

استقلال - سعی پیہم

اسلام انسان میں للّٰہیت کا جذبہ پیدا کرکے اسکا اپنی ذات اور سوسائٹی سے ایسا تعلق قائم کرتا ہے جیسے حق اور انصاف چاہتا ہے اسکے نظریئے میں نفسانی حمیت انسان کو باہمی کشمکش کے عذاب میں مبتلا رکھتی ہے اور للّٰہیت کا جذبہ اسے اپنی اور سبکی بھلائی کیلئے آگے بڑھاتا ہے دنیا کے مختلف گوشوں سے جو للنفس للذات کی آوازیں اٹھتی رہی ہیں کیا انکا انجام ہمیشہ تخریب نہیں ہوا - لہذا نفسانی وطنی کشاکش کا سد باب کیونکر ہو سکتا ہے ؟ ہوس استعمار کی

ہا ہمیں یہ خدا کی مخلوق کو انسانی مظالم سے کیونکر نجات دلائی جا سکتی ہے ؟
اور فرد و جماعت کے مشاعر کو تعمیر انسانیت اور اس راہ میں سعی پیہم کیطرف کیونکر پھیرا جا سکتا ہے
ہم نہیں جانتے کہ دوسرے اسکا کیا جواب دینگے ۔ اسلام تو یہ کہتا ہے کہ فرد و جماعت
کے نفوس اور انکے کردار میں للہیت پیدا کر دو جذبۂ "حمیت" در حقیقت للہیت
کا ظرف ہے جبتک انسان اپنے جذبہ اور کردار کو لیکر اپنے حقیقی مقام سے وابستگی نہیں
پیدا کرے گا اسوقت تک اسکی روح کو آزادی اور اسکے کردار کو پائداری نہیں نصیب
ہو سکتی ۔ زندگی کے مختلف شعبوں میں انسانی جد و جہد کا حاصل ایک تعمیری مقصد کی
طرف سعی پیہم ہی ہے یا اور کچھ ؟ مگر آپ اسکی کتاب عمل کا ایک ایک ورق الٹ کر دیکھ
جائیے کہ جہاں کہیں بھی "میں" اور "تو" کی کشمکش میں وہ الجھ جاتا ہے تو ادنیٰ سی
مایوسی یا ناکامی سے اسکے عزائم سرد پڑ جاتے ہیں ۔ کوئی بڑا مقصد اپنے چاہنے والے
سے ہمیشہ استقلال ثابت قدمی اور سعی پیہم کی سفارش کرتا رہا ہے پھر کتنی شخصیتوں
نے اسے قبول کیا اور کامیاب ہو گئیں اور کتنوں نے مشکلات سے خائف ہو کر اپنی توت
عمل کو دوسری جانب پھیر دیا، ایسے لوگ بھی ہمیشہ دنیا میں رہے ہیں جنہوں نے
خدا کی زمین کو اپنی سعی فانی کا اکھاڑا بنایا اور مرتے دم تک اپنے عزم تخریب پر ثابت
قدم رہے، اور ایسے بھی جنہیں حق کی طرفداری میں مشکلات کا سامنا ہوا تو کسی جانب
زر و جواہر دیکھکر اسلئے حق کی دشمنی پر آمادہ ہو گئے ۔ دنیا کی عظیم الشان شخصیتوں
یعنی انبیاء کرام کی زندگی میں اسکو تصویر کے دونوں رخ نمایاں نظر آئینگے ایک
طرف للہیت کی طرف دعوت ہے اور لوگوں کو سعی تعمیری کی طرف بلایا جا رہا ہے
اور ہدایت و اصلاح کے اس راستے میں دشمنان حق کی ریشہ دوانی سے عزم

واستقلال میں فرق نہیں آنے پاتا دوسری طرف منکرین حق کی سرکشی، اور تخریب وافساد پر اصرار اور منافقوں کی تن آسانی بدعہدی اور بداخلاقی کے سینکڑوں واقعات ہیں جو علمبرداران حق کے کاموں میں رکاوٹ ڈالنے کیلئے کافی تھے۔

حضرت نوح علیہ السلام کا یہ ارشاد ایک سنگدل اور باطل پر ثابت قدم امۃ کا مرقع اور ایک علمبردار حق کی سعی پیہم کی حکایت ہے۔ رب انی دعوت قومی لیلاً ونہارا فلم یزدہم دعائی الا فرارا وانی کلما دعوتہم لتغفر لھم جعلوا اصابعہم فی اذانہم واستغشوا ثیابہم واصروا واستکبروا استکبارا ثم انی دعوتہم جہارا ثم انی اعلنت لھم و اسررت لھم اسرارا فقلت استغفروا ربکم انہ کان غفارا الخ۔ (نوح علیہ السلام) نے) اللہ تعالیٰ سے عرض کیا کہ اے پروردگار میں نے اپنی قوم کو رات اور دن دین حق کیطرف بلایا اور وہ میرے بلانے پر (دین حق سے) بھاگتے ہی رہے میں نے جب کبھی انکو دین کی طرف بلایا تاکہ آپ انہیں بخشدیں تو انہوں نے اپنے کانوں میں انگلیاں دیلیں تاکہ حق بات سنیں ہی نہیں اور زیادتی کراہت کے سبب سے اپنے اوپر کپڑے لپیٹ لئے نہ ماننے پر) اصرار کیا میری اطاعت سے تکبر کیا پھر بھی میں نے ان کو با آواز بلند بلایا اور پھر علانیہ اور خفیہ ہر طریقے سے سمجھایا، اور کہا کہ تم اپنے رب سے اپنے گناہ بخشواؤ بیشک وہ بڑا بخشنے والا ہے۔ الخ۔ رہ گئے منافقین تو اسلام کے تعمیری مقصد کی اہمیت وہ کیسے سمجھ سکتا ہے جس نے زندگی کا سب سے بڑا مقصد کھانا پڑے رہنا اور مرجانا سمجھ لیا ہو، نفس پرستی، عیش کوشی اور بداخلاقی کسی قوم کے عروج کا آخری زمانہ اور اسکے زوال کا ابتدائی دور ہوا کرتا ہے ایک بلند مقصد کی راہ میں ایسے لوگ جانی اور مالی قربانی تو کجا میدان عمل میں معمولی

تکلیفوں کی بھی تاب نہیں لاتے۔ ذہنی اور اخلاقی پستی ان کے قلب و نظر کو تقریباً معطل کر دیا کرتی ہے۔ انحطاط کے اس درجہ پر پہنچ کر انکی عقل بے نور اور فکر و نظر خام رہجاتی ہے۔ اور باستثناء چند قوم میں بے ہمت بزدل۔ بدعہد۔ لالچی۔ مفسد اور کمزور ارادہ لوگوں کی کثرت ہوتی ہے۔ تذبذب اور شک و شبہ انسان کی حیرانی اور پراگندہ خیالی کی کھلی ہوئی علامت ہے۔ ایسے لوگ دنیا میں کسی اعلیٰ مقصد پر ثابت قدم نہیں رہ سکے ہیں۔ قرآن کریم ان تمام عیوب کو نفاق سے تعبیر کرتا ہے منافقوں نے انبیاء علیہم السلام کو سخت اذیتیں پہنچائی ہیں اور ان کے فرائض اصلاح و تعمیر میں رکاوٹ ڈالنے کیلئے ہزاروں ناکام کوششیں کیں۔ "واذا لقوا الذین امنوا قالوا آمنا واذا خلوا الی شیاطینہم قالوا انا معکم انما نحن مستھزؤن۔ جب ایمان والوں سے ملتے تو کہتے کہ ہم (بھی مسلمان ہیں) اور جب اپنے شیاطین میں اکیلے بیٹھتے تو ان سے کہتے کہ ہم تو تمہارے ساتھ ہیں انسے تو ہم مذاق کرتے ہیں۔ واذا قیل لھم لا تفسدوا فی الارض قالوا انما نحن مصلحون الا انھم ھم المفسدون ولکن لا یشعرون۔ ان سے جب کہا جاتا ہے کہ سرزمین میں فساد نہ پھیلاؤ تو کہتے ہیں کہ درحقیقت ہم ہی اصلاح کرنے والے ہیں سن رکھو کہ وہی فساد برپا کرنے والے ہیں مگر انہیں احساس نہیں ہوتا۔ ومن الناس من یعجبک قولہ فی الحیوۃ الدنیا ویشھد اللہ علی ما فی قلبہ وھو الد الخصام۔ واذا تولی سعی فی الارض لیفسد فیھا ویھلک الحرث والنسل واللہ لا یحب الفساد (سیدقول) قبل ازنصف۔ بعض لوگ ایسے بھی ہیں کہ دنیوی امور میں اسکی گفتگو آپکو پسند ہوگی اور وہ اپنے مافی الضمیر کی سچائی پر تمہیں خدا کو گواہ کرکے

یقین دلائیگا حالانکہ وہ آپ کا سخت مخالف ہے۔ اور جب پھرتا ہے تو زمین میں فساد پھیلانے کی کوشش میں لگ جاتا ہے اور کھیتی و مویشی کو برباد کرتا ہے۔

الذین قالوا لاخوانہم وقعدوا لو اطاعونا ما قتلوا قل فادرؤا عن انفسکم الموت ان کنتم صادقین۔ پ۴ ع ۷۔ ترجمہ یہ ایسے لوگ ہیں کہ اپنے بھائیوں کی نسبت بیٹھے ہوئے باتیں بناتے ہیں کہ اگر ہمارا کہنا مانتے تو قتل نہ کئے جاتے آپ کہدیجئے کہ اگر تم سچے ہو تو اپنے اوپر سے موت کو ہٹاؤ۔ ومنہم من عاہد اللہ لان آتانا من فضلہ لنصدقن ولنکونن من الصالحین۔ فلما اتاہم من فضلہ بخلوا بہ وتولوا وہم معرضون فاعقبہم نفاقا فی قلوبہم الی یوم یلقونہ بما اخلفوا اللہ ما وعدوہ وبما کانوا یکذبون پ۱۰ ع ۱۵۔ اور ان منافقین میں بعض آدمی ایسے ہیں کہ خدا تعالی سے عہد کرتے ہیں کہ اگر اللہ تعالی ہم کو اپنے فضل سے بہت سا مال دیدے تو ہم اسکے ذریعے سے بہت سے نیک کام کرینگے تو جب اللہ تعالی نے اپنے فضل سے انہیں بہت سا مال دیدیا تو وہ اس میں بخل کرنے لگے اور لگے اطاعت سے روگردانی کرنے لگے اور وہ تو روگردانی کے (پہلے ہی سے) عادی ہیں تو اللہ تعالی نے انکی سزا میں انکے دلوں میں نفاق ڈال دیا جو خدا کے پاس جانے کے دن تک رہیگا اسلئے کہ انہوں نے اللہ تعالی سے اپنے وعدے میں خلاف کیا اور اس سبب سے کہ وہ اس وعدے میں شروع ہی سے جھوٹ بولتے تھے۔

ومنہم من یلمزک فی الصدقات فان اعطوا منہا رضوا وان لم یعطوا منہا اذا ہم یسخطون پ۱۰ ع ۱۳۔ اور ان (منافقین) میں بعض وہ لوگ ہیں جو صدقات (تقسیم کرنے) کے بارے میں آپ پر طعن کرتے ہیں۔ تو اگر ان صدقات میں سے

انکی خواہش کے موافق انکو ملجاتا ہے تو وہ راضی ہوجاتے ہیں اور اگر ان (صدقات) میں سے انکو (انکی خواہش کے موافق) نہیں ملتا ہے تو وہ ناخوش ہوجاتے ہیں۔ الذین یلمزون المطوعین من المؤمنین فی الصدقات والذین لایجدون الاجہدھم فیسخرون منھم پ۱۰ ع ۱۵ یہ منافقین ایسے ہیں کہ نفل صدقہ دینے والے مسلمانوں پر طعن کرتے ہیں صدقات کے بارے میں اور خاصکر ان لوگوں پر اور زیادہ جنکو مزدوری کی آمدنی کے سوا اور کچھ میسر نہیں ہوتا تو یہ لوگ ایسے (نیک مسلمانوں کا) مذاق اڑاتے ہیں۔ لایستاذنک الذین یؤمنون باللہ والیوم الآخران یجاھدوا باموالھم وانفسھم واللہ علیم بالمتقین انما یستاذنک الذین لایؤمنون باللہ والیوم الآخر وارتابت قلوبھم فھم فی ریبھم یترددون پ۱۰ ع ۱۲۔ جو لوگ اللہ پر اور قیامت کے دن پر ایمان رکھتے ہیں وہ اپنے مال و جان سے جہاد کرنے کے بارے میں آپ سے رخصت نہیں مانگینگے (بلکہ وہ حکم کے ساتھ ہی دوڑ پڑینگے) اور اللہ تعالی پرہیزگاروں کو خوب جانتا ہے۔ البتہ وہ لوگ (جہاد میں جانے سے) ایسے رخصت مانگتے ہیں جو اللہ پر اور قیامت کے دن پر ایمان نہیں رکھتے انکے دل تو شکوک میں مبتلا ہیں اور وہ اپنے شکوک میں حیران ہیں سنت الہیہ کافرانہ کردار اور منافقانہ اطوار رکھنے والوں کو جماعت حق میں کیسے شامل کرلیتی۔ ماکان اللہ لیذر المؤمنین علی ما انتم علیہ حتی یمیز الخبیث من الطیب پ۴ ع ۸ اللہ تعالی مسلمانوں کو اس حالت پر رکھنا نہیں چاہتا جس پر تم اب ہو جبتک کہ ناپاک کو پاک سے متمیز نہ فرمادے۔ تعمیر انسانیت کے علمبردار انبیا علیہم السلام کے مقابلہ میں منکرین حق کی سرکشی اور ایذا رسانی منافقین کی بدعہدی اور بداخلاقی ان تمام رکاوٹوں کے مناظر سامنے رکھتے ہوئے تاریخ کی ان عظیم الشان شخصیتوں کا عزم و استقلال

اور ان کی لگاتار کوشش کا تصور بھی پیش نظر رکھئے۔ وہ کونسی طاقت تھی جس نے کفر کے لشکر جرار کے مقابلہ میں انہیں ثابت قدم رکھا۔ اور وہ کونسا یقین تھا جس نے انہیں ہراساں نہیں ہونے دیا یہی نا کہ ان کے گفتار اور کردار میں للّٰہیت تھی اور حق کے مقابلہ میں تمام مخالفتوں اور مشکلوں کو ان کے اس جذبہ نے آسان کردیا تھا کہ زندگی کا مقصد صرف اصلاح و تعمیر ہے اور یہ کہ حق اپنی ظاہری شکست کے بعد بھی حق ہے اور باطل کی چند روزہ فتح اکارت ہے۔ لہذا تبلیغ حق میں ثابت قدم رہنا ہی حق پرستوں کا شیوہ ہے۔ ان کے عزم کی مضبوطی کی سب سے بڑی وجہ تو یہ تھی کہ وہ محرم اسرار وحی الٰہی تھے۔ لیکن بتقاضا بشریت جب امت کی بد اعمالیوں کا انجام انہیں بےچین کردیتا تھا تو تائید ربانی وقتاً فوقتاً ان کے عزم ہی کو یوں ابھارتی تھی کہ ولا تحزن علیہم ولا تک فی ضیق مما یمکرون ان اللہ مع الذین اتقوا والذین ہم محسنون (پ ۱۴ ع ۲۱)۔

ان پر آپ غم نہ کیجئے اور وہ جو کچھ تدبیریں کیا کرتے ہیں اس سے تنگ دل نہ ہوں بیشک اللہ تعالیٰ ایسے لوگوں کے ساتھ ہوتا ہے جو پرہیزگار ہوتے ہیں اور جو نیک کردار ہوتے ہیں

حق کے دشمنوں کی سرکشی جب حد سے گذر جاتی تو اس حقیقت کو واضح کرکے رسالت آب کو مطمئن فرمایا جاتا کہ تمہارا کام سمجھانا اور کوشش جاری رکھنا ہے۔ اصحاب باطل کو درحقیقت نہ تم سے کوئی پرخاش نہیں ہے اور بالواسطہ اگر تم سے ہے بھی تو اسلئے کہ تم انہیں انکی خواہشات کی تابعداری سے روکتے ہو اور ایسے اصول بتاتے ہو جو ان پر شاق گذرتے ہیں۔ شرع لکم من الدین ما وصّی بہ نوحاً والذی اوحینا الیک وما وصینا بہ ابراہیم وموسیٰ وعیسیٰ ان اقیموا الدین ولا تتفرقوا فیہ کبر علی المشرکین ما تدعوھم الیہ شوریٰ ع ۲ (پ ۲۵) اللہ تعالیٰ نے تم لوگوں کیلئے

وہی دین مقرر کیا جس کا اس نے نوح کو حکم دیا تھا اور جسکو ہم نے آپکے پاس وحی کے ذریعہ سے بھیجا ہے اور جس کا ہم نے ابراہیم اور موسیٰ اور عیسیٰ کو دمع ان سب کے اتباع کے) حکم دیا تھا (اور ان کی امتوں کو یہ کہا تھا کہ اسی دین کو قائم رکھنا اور اس میں تفرقہ نہ ڈالنا مشرکین کو وہ بات بڑی گراں گذرتی ہے جسکی طرف آپ انکو بلا رہے ہیں - ارشاد ہوتا ہے کہ تم ان کے انجام سے آزردہ ہوتے ہو ایسا نہیں ہونا چاہیئے۔ کیونکہ حق کو سننے کے بعد انکی گمراہی تمہاری کوتاہ عملی کی دلیل نہیں ہے - لہذا اپنے فرض کے انجام دہی میں مشغول رہو - ہوا پرست اگر اپنی گمراہی پر ثابت قدم ہیں تو حق کے پرستار اسکی اشاعت میں سرگرم عمل کیوں نہ ہیں - قد نعلم انہ لیحزنک الذی یقولون فانھم لا یکذبونک ولکن الظالمین بایات اللہ یجحدون پ ع - ہم خوب جانتے ہیں کہ آپ کو ان کے اقوال مغموم کرتے ہیں سو یہ لوگ آپکو جھوٹا نہیں کہتے لیکن یہ ظالم تو اللہ کی آیات کا انکار کرتے ہیں انما علیک البلاغ وعلینا الحساب پ ع - اسکے سوا کچھ نہیں کہ پہنچا دینا آپکا کام ہے اور حساب لینا ہمارا کام طٰہٰ ما انزلنا علیک القرآن لتشقیٰ الا تذکرۃ لمن یخشیٰ - ہم نے آپ پر قرآن مجید اسلئے نہیں اتارا کہ آپ تکلیف اٹھائیں - بلکہ ایسے شخص کی نصیحت کیلئے اتارا ہے جو (اللہ سے) ڈرتا ہو - نحن اعلم بما یقولون وما انت علیھم بجبار فذکر بالقرآن من یخاف وعید پ۲۶ ع - جو کچھ یہ لوگ کہہ رہے ہیں ہم خوب جانتے ہیں آپ ان پر (منجانب اللہ) جبر کرنے والے (کر کے) نہیں (بھیجے گئے) ہیں تو آپ تو قرآن کے ذریعہ سے ایسے شخص کو نصیحت کرتے رہیے جو میری وعید سے ڈرتا ہو۔ فلذالک فادع واستقم کما امرت ولا تتبع اھواءھم پ۲۵ ع - سو آپ اسی طرف

(انکو برابر) بلا جلئے اور جسطرح آپکو حکم کیا گیا ہے (اسپر) مستقیم رہئے اور انکی (فاسد) خواہشوں پر نہ چلیے۔ قرآن کریم میں دنیا کے مصلحین کا صدق ووفا اور صبر آزما حالات میں انکے استقلال اور سعی پیہم کے اعلیٰ نمونے بتائے گئے ہیں جو تمام نیکو کاروں کیلئے ایک اسوہ اور مثال ہیں اسلئے تمام انسانوں کو قوت استقلال اور اپنی تعمیری استعداد کو ترقی دینے کی ایک نہایت وقیع اور قابل عمل تدبیر بتائی ہے ایسا معلوم ہوتا ہے کہ انسانی نفسیات کا ایک بہت بڑا عالم برسا برس کا تجربہ کرنے کے بعد اسکی خوبیوں و محاسن بتاتے ہوئے ایک ایسی ضابطہ قائم کرتا ہے جس سے انسان کے کردار میں پائیداری اور ارادوں میں بلندی اور بقا ممکن ہو۔ بلاشبہ خالق فطرت ہی فطرت شناس ہے۔ آپ مجموعی حیثیت سے تمام انسانوں کی روزمرہ زندگی کا جائزہ لیکر دیکھیں گے کہ اسلئے کار خیر کی عمر کسقدر کوتاہ اور سعی تعمیری کی مدت کتنی کم ہوتی ہے ذرا سا مادی انقلاب اسکے اخلاق کا رنگ ہی بدل دیا کرتا ہے۔ مگر اسلام کا ارشاد ہے کہ ان اصولوں سے انسان کے کردار کو بلند اور اسکے اخلاق کو استوار رکھا جا سکتا ہے کہ (۱) انسان ایسے کاموں کی پابندی کرے جس سے روحانی توجہ کے علاوہ ایک ضابطہ پر پابندی کی عادت ہو اور اسے ایک روحانی قوت اور عزم صمیم حاصل ہو سکے (۲) بے حیائی یعنی کیرکٹر کو کمزور کرنے والے جنسی کو بربار اور نزاع کو معطل کرنے والے تمام کاموں سے قطعاً پرہیز کرے۔ (۳) جن کاموں سے انسان کے قریبی رشتہ دار اور تمام ابنائے جنس سے انسانیت اخلاص وہمدردی کے تعلقات مضبوط ہوں انہیں اپنا ایمانی فرض سمجھکر انجام دیتے رہیں۔ (۴) امانت داری عہد کی پابندی اور سچائی اور ایسے ہی اعلیٰ اخلاق اختیار کریں۔ ہمنے اوپر مندرجہ ذیل آیات کے اصول تحریر کر دیئے ہیں اب وہ آیات ملاحظہ ہوں

ان الانسان خلق ھلوعا اذا مسہ الشر جزوعا واذا مسہ الخیر منوعا الا المصلین الذین ھم علی صلوتھم دائمون والذین فی اموالھم حق للسائل والمحروم والذین یصدقون بیوم الدین والذین ھم

من عذاب ربھم مشفقون ان عذاب ربھم غیر مامون والذین ھم لفروجھم حافظون الا علی ازواجھم او ما ملکت ایمانھم فانھم غیر ملومین فمن ابتغی وراء ذلک فاولئک ھم العادون والذین ھم لاماناتھم وعھدھم راعون والذین ھم بشھاداتھم قائمون والذین ھم علی صلوتھم یحافظون اولئک فی جنت مکرمون۔ انسان بہت کم ہمت پیدا ہوا، جب اسے تکلیف پہنچتی ہے تو واویلا کرنے لگتا ہے اور جب فارغ البالی میسر ہوتی ہے تو بخل کرنے لگتا ہے مگر وہ نمازی جو اپنی نماز دن پر توجہ رکھتے ہیں اور جن کے مالوں میں مانگنے والے اور نہ مانگنے والے کا حق ہے اور جو قیامت کے دن پر اعتقاد رکھتے ہیں۔ اور اپنے پروردگار کے عذاب سے ڈرتے ہیں اور واقعی انکے رب کا عذاب بےخوف ہونے کی چیز نہیں ہے اور وہ لوگ جو اپنی شرم گاہوں کو حرام سے محفوظ رکھتے ہیں مگر اپنی بیویوں اور (مال غنیمت کی عورتوں) سے اسمیں انپر کوئی الزام نہیں ہاں جو انکے ماسوا اور جگہ بےحیائی کرے ایسے لوگ حد شرعی سے نکلنے والے ہیں۔ (یہ جملہ معترضہ ہے) اور جو لوگ (اپنی سپردگی میں لی ہوئی) امانتوں اور اپنے عہد وپیمان کا خیال رکھنے والے ہیں اور جو اپنی گواہیوں کو ٹھیک ٹھیک ادا کرنے والے ہیں اور جو اپنی نماز کی پابندی کرتے ہیں۔ ایسے لوگ بہشتوں میں عزت سے داخل ہونگے۔ اسلام انسانی سعی کو فطرت کے تعمیری مقصد کی راہ میں اس جذبہ کے ساتھ جاری رکھنا چاہتا ہے کہ (۱) انسان کی اپنی ہمجنسوں سے محبت عداوت، تعلقات معاملات، فرائض پر پابندی اور حقوق کی نگہداشت غرض اسکے تمام اعمال تعمیری طور پر خدائی نظام کو پھیلانے اور قول وعمل سے انکی اشاعت کرنے کی غرض سے ہوں اور ہر کام میں اسکی خوشنودی پیش نظر رہے۔ اس جذبہ کا نمایاں اثر یہی ہوگا کہ باہمی کشمکش "میں میں" اور "تو" کا سوال اٹھ جائیگا افراد میں یہ جذبہ جتنا بڑھیگا نکوکاری اتنی ہی پھیلے گی، فرد وجماعت کے حقوق محفوظ رہینگے، ذاتی اغراض میں نفس پرستی حق پرستی پر غالب نہیں آئیگی اور تعمیر انسانیت کے پروگرام میں رکاوٹ نہیں ہوگی۔ قل ان صلوتی ونسکی ومحیای ومماتی للہ رب العالمین۔ کہدیجئے کہ میری نماز اور قربانی اور میری موت اور زندگی

اللہ رب العلمین ہی کیلئے ہے۔ واصبر نفسک مع الذین یدعون ربھم بالغداۃ والعشی یریدون وجھہ پ ۱۵
اور آپ اپنے آپکو ان لوگوں کے ساتھ رکھا کیجئے جو صبح و شام (یعنی علی الدوام) اپنے رب کی عبادت
محض اسکی رضا جوئی کیلئے کرتے ہیں۔ للفقراء الذین احصروا فی سبیل اللہ الی قولہ تعالی و
ما تنفقوا من خیر فان اللہ بہ علیم پ ۳ ع (صدقات) اصل حق ان حاجتمندوں کا ہے جو مقید
ہو گئے ہوں اللہ کی راہ میں اور جو مال خرچ کروگے بیشک حق تعالی
کو اسکی خوب اطلاع ہے۔ واعلموا انما غنمتم من شیئ فان للہ خمسہ اور جان رکھو کہ جو شے
دکفار سے بطور غنیمت تمکو حاصل ہو تو اسکا حکم یہ ہے کہ کل کا پانچواں حصہ اللہ کا اور اسکے رسول کا ہے
آپنے غور فرمایا کہ قرآن کریم میں جا بجا اللہ۔ لوجہ اللہ۔ اور فی سبیل اللہ کا ذکر آیا ہے کیا اسکا
مدعا یہی نہیں ہے کہ اسلام نے انسانی قلب میں سعی تعمیری کی تحریک کو جاری رکھنے کیلئے اور اسمیں ایک مضبوط
ارادہ پیدا کرنے کی غرض سے تمام فانی تعلقات اور فانی رکاوٹوں سے اسکی نظر ہٹا کر ایک امر بالخیر اور ناہی عن الشر
ہستی کی رضا جوئی پر اسکے پیش نظر رکھی ہے جسکی خوشنودی ہر فرد کو غیر سے تمنا اور اسکی غیر مستحق
قدردانی کی امید سے بے نیاز کر دیتی ہے کیونکہ انہیں کسی سے نہ کوئی تعلق ہے نہ ثنا۔ ویطعمون الطعام
علی حبہ مسکینا و یتیما و اسیرا انما نطعمکم لوجہ اللہ لا نرید منکم جزاء و لا شکورا (الدھر)
وہ اللہ کی محبت میں مسکین اور یتیم اور قیدی کو کھانا کھلاتے ہیں (اور کہتے ہیں کہ) ہم تمہیں محض
اللہ کی راہ پر کھلاتے ہیں تم سے کسی عوض اور شکریہ کے طالب نہیں ہیں۔ اسی جذبہ کو باقی رکھنے
کیلئے ارشاد ہوا۔ لیس البر ان تولوا وجوھکم قبل المشرق والمغرب ولکن البر من آمن باللہ
والیوم الآخر والملئکۃ والکتاب والنبیین و آتی المال علی حبہ ذوی القربی والیتامی
والمساکین وابن السبیل والسائلین وفی الرقاب و اقام الصلوۃ و آتی الزکوۃ والموفون
بعھدھم اذا عاھدوا والصابرین فی البأساء والضراء و حین البأس اولئک الذین

صدقوا واولٰئک ہم المتقون۔ کچھ سارا کمال اسی میں نہیں (آگیا) کہ تم اپنا مونہہ مشرق
کیطرف کرلو یا مغرب کیطرف اصلی کمال تو یہ ہے کہ کوئی شخص اللہ تعالیٰ پر اور قیامت کے دن پر (نیز فرشتوں) اور
اور تمام کتب سماویہ اور پیغمبروں پر یقین رکھتا ہو اور اللہ کی محبت میں رشتہ داروں یتیموں اور
محتاجوں (و مفلسوں) مسافروں کو اور سوال کرنیوالوں کو اور گردن چھڑانے میں اور نماز کی پابندی
کرتا ہو زکوٰۃ بھی ادا کرتا ہو اور جو (اشخاص عقائد و اعمال کے ساتھ ساتھ یہ اخلاق بھی
رکھتے ہوں) اپنے عہد و پیمان پورا کرنے والے ہوں جب عہد کرلیں اور وہ لوگ مستقل رہنے
والے ہوں تنگدستی بیماری اور لڑائی میں یہ لوگ ہیں جو (سچے کمال کے ساتھ موصوف
ہیں) اور یہی لوگ ہیں جو سچے متقی کہے جا سکتے ہیں۔ اکثر نہیں بلکہ ہمیشہ ایسا ہی
ہوتا ہے کہ کسی کی طرف سے خلاف توقع کوئی تکلیف پہنچ جاتی ہے تو انسان اسکی امداد
و اعانت سے ہاتھ کھینچ لیتا ہے اور اس ذاتی ان بن کیوجہ سے کبھی کار خیر میں بھی
رخنہ پڑ جاتا ہے خدا تعالیٰ وجزاء سیئۃ سیئۃ مثلہا کہکر فطرت انسانی کے موافق فیصلہ
دیتا ہے وہاں عالی ظرفی کی تعلیم دیتے ہوئے نیک کام کو اپنی طرف منسوب کرکے اسے
جاری رکھنے کی ہدایت بھی فرماتا ہے۔ ولا یأتل اولوا الفضل منکم والسعۃ ان یؤتوا
اولی القربیٰ والمساکین والمہاجرین فی سبیل اللہ ولیعفوا ولیصفحوا الا تحبون
ان یغفر اللہ لکم واللہ غفور الرحیم پ۱۸ ع ۸ - اور جو لوگ تم میں (اپنی بزرگی اور
دنیوی) وسعت والے ہیں وہ اہل قرابت کو اور مسکین کو اور اللہ کی راہ میں ہجرت کرنیوالوں کو
دینے سے قسم نہ کھا بیٹھیں انہیں عفو و درگذر سے کام لینا چاہیئے کیا تم یہ نہیں چاہتے
کہ اللہ تعالیٰ تمہارے قصور معاف کردے بیشک اللہ تعالیٰ بڑا بخشنے والا رحم کرنیوالا ہے
قرآن کریم ہمیں اطلاع دیتا ہے کہ سیاست خداوندی انسانیت کی ترقی پر پہنچانے

کیلئے ہمارے اخلاق و کردار اور عزم و ثبات کا امتحان کرتی رہتی ہے کیونکہ اس مقصد عظیم کیطرف جانے والی جماعت میں کمزور ارادہ، بدعہد، بد خلق اور عیش پرست لوگ ہرگز بھرتی نہیں ہو سکتے تا وقتیکہ وہ پہلے اپنے ان عیوب کی اصلاح نہ کر لیں۔

أحسب الناس ان یترکوا ان یقولوا آمنا وہم لا یفتنون ولقد فتنا الذین من قبلہم فلیعلمن اللہ الذین صدقوا ولیعلمن الکاذبین، پ۲۰ ع ۱۔

(بعض مسلمان جو کفار کی ایذاؤں سے گھبرا جاتے ہیں تو) کیا ان لوگوں نے یہ خیال کر رکھا ہے کہ وہ صرف اتنا کہہ دینے پر چھوٹ دیئے جائینگے کہ ہم ایمان لے آئے اور انکو (قسم قسم) کی آزمائشوں کا سامنا نہ ہوگا اور ہم تو ایسے واقعات سے ان لوگوں کو بھی آزما چکے ہیں جو ان سے پہلے (مسلمان) گذر چکے ہیں۔ تو اللہ تعالیٰ ان لوگوں کو (ظاہری علم سے) جانکر رہیگا جو (ایمان کے دعوی میں) سچے اترے اور جو جھوٹے اترے

نفس کے زور سے وہ غنچہ وا ہوا بھی تو کیا\
جسے نصیب نہیں آفتاب کا پرتو

وآخر دعوانا ان الحمد للہ رب العلمین وصلی اللہ تعالیٰ علی خیر خلقہ محمد وآلہ اجمعین

من بچارۂ قرآنِ تو نازم باین قسمت\
زجذب دل نمی دانم کہ قربانت چسان باشم

(مطبع ریاست)